عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۴۲ | ۲۶ ذوالقعدہ تا ۳ ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ جون ۲۰۲۳ء | شمارہ:۲۳

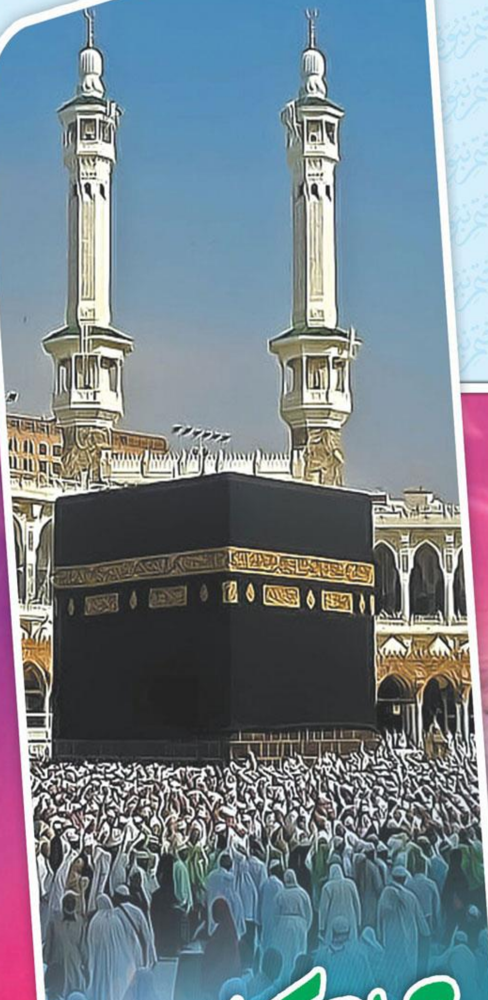

حجاج کرام سے چند گزارشات

قربانی سنّت ابراہیمی

مرزا قادیانی کے فرشتے

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

وقف املاک کے لئے شرط لگانا

س:......اگر کوئی شخص وقف میں یہ شرط ٹھہرائے کہ:”جب تک میں زندہ ہوں، اس وقف کی آمدنی خواہ سب کی سب، یا آدھی، یا تہائی اپنے خرچ میں لیا کروں گا۔“ تو یہ شرط درست ہے یا نہیں؟

ج:......صورت مسئولہ میں اس قسم کی شرط جائز ہے، اور واقف جب تک زندہ ہے خود صرف کرے گا، اس کے بعد جو موقوف علیہ ہو اس پر صرف کیا جائے گا۔

”ولو قال وقفت علی نفسی ثم من بعدی علی فلان ثم للفقراء جاز عند ابی یوسف علیہ الرحمۃ کذافی الحاوی۔“(عالمگیری ص:۳۷۱، ج:۲)

”فی الذخیرۃ: اذا وقف ارضاً او شیأاً آخر و شرط الکل لنفسہ او شرط البعض لنفسہ مادام حیاً وبعدہ للفقراء قال ابو یوسف علیہ الرحمۃ الوقف صحیح۔ و مشائخ بلخ رحمھم اللہ تعالیٰ اخذوا بقول ابی یوسف علیہ الرحمۃ وعلیہ الفتویٰ“(عالمگیری ص:۳۹۷، ج:۲)

قربانی کے جانور کے دانت دیکھنا

س:.....اکثر لوگ قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کے دانت ضرور دیکھتے ہیں۔ اگر کسی جانور کے سامنے والے دو دانت نہ نکلے ہوں تو اس کو قربانی کے لئے نہیں خریدتے، چاہے اس جانور کی عمر پوری ہی کیوں نہ ہو، تو کیا قربانی کرنے کے لئے جانور کے سامنے کے دو دانتوں کا نکل آنا ضروری ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

ج:....علمائے احناف کے نزدیک قربانی کے لئے جو جانور متعین کیا جائے، اس کی عمر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ عمر پوری ہونی چاہئے، محض دانتوں کا اعتبار نہیں۔ اس لئے اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو تو اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے، چاہے اس کے دانت نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں۔ چونکہ عمر پوری ہونے پر عموماً جانوروں کے دانت نکل آتے ہیں، اس لئے بطور علامت دیکھے جاتے ہیں۔ اگر بااعتماد شخص کسی جانور کی عمر پوری ہونے کا کہے جبکہ اس کے دانت نہ نکلے ہوں تو اس شخص کی بات کا اعتبار کرنا درست ہے۔

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد تبدیل کرنا

س:....ایک شخص قربانی کے لئے جانور خریدے، بعد میں محض لالچ کی وجہ سے فروخت کرے کہ دوسرا کم قیمت والا جانور مل جائے اور کچھ رقم کا فائدہ ہوجائے گا، تو کیا اس صورت میں اس خریدے ہوئے جانور کو فروخت کرکے دوسرا جانور خریدنا جائز ہوگا یا نہیں؟

ج:.... جس شخص پر قربانی واجب ہے وہ اگر اپنے لئے کوئی جانور خریدے تو وہ جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس کو دوسرا جانور خریدنے کی اجازت ہوگی۔ مگر اس کے لئے پہلے خریدے گئے جانور سے دوسرا کم قیمت جانور خریدنا بہتر نہیں ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ زائد رقم صدقہ کردے تو بہتر ہے۔ اور اگر کسی پر قربانی واجب نہیں تھی، مگر اس نے قربانی کے لئے کوئی جانور خریدا تو جانور خریدنے سے قربانی واجب ہوگئی اور یہ جانور قربانی کے لئے متعین ہوگیا، اب اس کو تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو زائد رقم کو صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۲ ۲۶؍ذوالقعدہ تا ۳؍ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ، مطابق ۱۶ تا ۲۲؍جون ۲۰۲۳ء شمارہ:۲۳

سرپرست
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا اللہ وسایا

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حجاج کرام سے چند گزارشات!	۵	محمد اعجاز مصطفی
قربانی.... سنتِ ابراہیمی	۸	مولانا عمران اللہ قاسمی
مجدد کی تعریف اور اس کی ضرورت	۱۱	مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی
حضرت ابودرداء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت (۴)	۲۰	ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ	۲۳	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مرزا قادیانی کے فرشتے	۲۶	〃 〃 〃 〃
تبصرۂ کتب	۲۷	مولانا محمد اعجاز مصطفی

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۳۹ فصل:.... ۳ھ کے غزوات

غزوۂ غطفان:

۱:....اس سال محرّم میں، اور بقول بعض ربیع الاوّل میں غزوۂ غطفان ہوا، ابن کثیرؒ کی ’’البدایہ والنہایہ‘‘ میں ہے کہ: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ر ربیع الاوّل کو بروز خمیس (جمعرات) غزوۂ غطفان کے لئے مدینہ سے نکلے۔‘‘ غطفان، ایک قبیلے کا نام ہے جو نجد میں رہائش پذیر تھا، اس غزوہ کو غزوۂ انمار اور غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں، گویا اس کے تین نام ہیں۔

ذُوامَر:.... بفتح ہمزہ ومیم وتشدید راء غیر منصرف ہے، علاقہ نجد میں ایک چشمے کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو پچاس افراد کی معیت میں نکلے، مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قائم مقام مقرّر کیا، ان لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر لڑائی کے واپس آگئے۔

غزوۂ فرع:

۲:....اسی سال ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ میں غزوۂ فرع ہوا، اسے غزوۂ بحران اور غزوۂ بنی سلیم کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ کی چھ تاریخ کو نکلے، مدینہ میں ابن اُمّ مکتوم کو حاکم مقرّر کیا، تین سو صحابہؓ ہمرکاب تھے، بحران پہنچے تو دیکھا کہ بنوسلیم اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے ہیں، اس طرح وہ ویران اور تباہ وبرباد ہوئے، انہی بنوسلیم کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

’’كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔‘‘ (الحشر:۱۵)

ترجمہ:.... ’’ان لوگوں کی سی مثال ہے جو اُن سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں، جو (دُنیا میں بھی) اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کے لئے دردناک عذاب ہونے والا ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

فرع:.... فا اور را کے ضمہ کے ساتھ، اور کبھی را کو ساکن بھی پڑھا جاتا ہے، حرمین شریفین کے مابین، مدینہ سے چار مرحلے پر ایک جگہ۔

بحران:.... با کے ضمہ کے ساتھ اور فتحہ بھی پڑھا جاتا ہے، اور حاء مہملہ کے سکون کے ساتھ، پھر را، پھر الف، پھر نون۔

بنی سلیم:.... بصیغۂ تصغیر۔

غزوۂ قینقاع:

۳:....اسی سال جمادی الاولیٰ میں، اور بقول بعض کے شوال ۲ھ میں، کہا گیا ہے کہ یہی زیادہ راجح ہے، غزوۂ قینقاع ہوا، ’’بنوقینقاع‘‘ یہودیوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو عبداللہ بن سلامؓ کی قوم تھی، یہودیوں میں سے عہد شکنی سب سے پہلے انہوں نے ہی کی تھی، جب انہوں نے خیانت اور عہد شکنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف جمادی الاولیٰ یا شوال کو بروز ہفتہ ان کی طرف نکلے، مدینہ میں ابولبابہ بن منذر کو جن کا نام بشیر یا رفاعہ ہے، اپنا قائم مقام بنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا محاصرہ کیا جو پندرہ دن تک جاری رہا، بعد ازاں منافقوں میں سے عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول نے اور مسلمانوں میں سے عبادہ بن صامتؓ نے ان کی سفارش کی، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جلاوطنی کا حکم دیا اور ان کے اموال ضبط کرلئے، مگر انہیں قتل سے معاف رکھا۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

حجاج کرام سے چند گزارشات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

’’حج‘‘ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ۹ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر مرحلے پر حج کے ایک ایک رکن اور ایک ایک عمل کو تعلیم کے انداز میں سکھایا۔ صحابہ کرامؓ نے حج کے متعلق جو سوالات کیے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑی تاکید سے فرمایا: ’’مجھ سے مناسک حج اچھے انداز میں سیکھ لو، شاید اگلے سال میں تم میں موجود نہ ہوں۔‘‘ صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حج کے ایک ایک عمل کو محفوظ کیا اور اگلی نسلوں تک پہنچایا۔

اسی لیے حج پر جانے والے ہر مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسائلِ حج اور اعمالِ حج کو ضرور سیکھ کر جائے اور اپنے حج کو ہر قسم کے گناہوں، نافرمانیوں اور کوتاہیوں سے آلودہ ہونے سے محفوظ کرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ حج کے مسائل اور احکام کے متعلق چھوٹی بڑی کتابیں علمائے کرام نے آسان اور بڑے سہل انداز میں لکھی ہیں، انہیں پڑھے اور انہیں اپنے ساتھ رکھے، تاکہ حج جیسی عبادت جسے بسا اوقات زندگی میں ایک بار ہی ادا کرنے کی سعادت ملتی ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی کمی کوتاہی نہ رہ جائے۔ اب ہم حجاج کرام سے چند گزارشات کرنا چاہتے ہیں، جن کی طرف حجاج کرام کو توجہ کرنا انتہائی لازمی اور ضروری ہے، تاکہ ان کا حج صحیح معنیٰ میں حج ہو اور جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ نے اس حج جیسی عبادت کی ادائیگی پر رکھا ہے، اس کے یہ مستحق ہوں۔

1:.... حجاج کرام کو چاہیے کہ سفرِ حج کے دوران نماز باجماعت کا خاص طور پر اہتمام فرمائیں، عام طور پر حجاج کرام اس طرف توجہ نہیں دیتے، بلکہ بعض اوقات نماز کے پابند حضرات بھی اس میں سستی کر جاتے ہیں۔

2:.... خواتین کو چاہیے کہ وہ حج کے پورے سفر میں پردے کا ضرور اہتمام کیا کریں، یہ ٹھیک ہے کہ مستورات کا احرام چہرے کا کھلا رکھنا ہے، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ پردہ ہی نہ کریں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا عمل ہماری مستورات کے لیے بہت ہی عمدہ نمونہ ہے، آپؓ فرماتی ہیں کہ: ہم احرام کی حالت میں عام طور پر اپنا چہرہ کھلا رکھتی تھیں، لیکن جب مرد سامنے آتے تو ہم چہرے کے سامنے کوئی چیز کر دیتیں، تاکہ غیر محرم ہمیں دیکھ نہ سکیں، حدیث کا ترجمہ درج ذیل ہے: ’’حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: ’’ہم (حجۃ الوداع میں) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں حالت احرام میں تھیں، جب سوار ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے سر سے نیچے اپنے چہرے پر بھی پردہ ڈال لیا کرتیں اور جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم دوبارہ اپنا چہرہ کھول لیا کرتیں۔‘‘ ہماری مسلمان بہنوں کو بھی چاہیے کہ وہ حج کے سفر میں حضرت عائشہؓ کے عمل کو اپنا نمونہ بنائیں، اس لیے علمائے کرام نے کہا ہے کہ آج کے دور میں اس کی بہترین صورت وہ ہیٹ ہے جو عام طور پر احرام کے ساتھ مل جاتا ہے، عورتیں اس کے پہننے کا

اہتمام کریں۔

3:....عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ حج کے لیے دنیا بھر سے آنے والی خواتین کا لباس بہت ہی ساتر ہوتا ہے،لیکن ہمارے پاکستان اور ہندوستان کی خواتین خصوصاً دیہات کی خواتین اس کا خیال نہیں کرتیں جو کہ انتہائی افسوس کی بات ہے۔

4:....اسی طرح مکۃ المکرمہ میں خواتین نماز کے لیے مردوں کی صفوں میں گھس کر کھڑی ہوجاتی ہیں، جتنا بھی اس سے منع کیا جائے، وہ باز نہیں آتیں، حالانکہ ایسا کرنا شریعت میں منع ہے،اس کی وجہ سے نہ ان کی نماز صحیح ہوتی ہے اور نہ ہی اس مرد کی جوان کے دائیں بائیں اور ان کے پیچھے ہوتا ہے،عورتوں کو اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

5:....ایک اہم مسئلہ یہ کہ حرمین میں جمعہ کی پہلی اذان زوال سے بھی پہلے دے دی جاتی ہے،جس کے سننے کے بعد لوگ سنتوں کی ادائیگی کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، حالانکہ صریح احادیث میں اس وقت نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے،جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:''حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تین وقتوں میں نماز پڑھنے اور اپنے مُردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے، اول: آفتاب کے نکلنے کے وقت، یہاں تک کہ بلند ہوجائے، دوسرے: دوپہر کا سایہ قائم ہونے یعنی نصف النہار کے وقت، یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے اور تیسرے اس وقت جبکہ آفتاب ڈوبنے لگے، یہاں تک کہ غروب ہوجائے۔''(مشکوٰۃ ص:۹۴ طبع: قدیمی کتب خانہ)

حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں بھی مدینہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! مجھے نماز کے اوقات بتادیجیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو اور پھر نماز سے رُک جاؤ، جب تک کہ آفتاب طلوع ہوکر بلند نہ ہوجائے، اس لیے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (سورج کو پوجنے والے) اسے سجدہ کرتے ہیں، پھر (اشراق کی) نماز پڑھو، کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نمازی کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزے پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے (یعنی ٹھیک دوپہر ہوجائے) تو نماز سے رُک جاؤ، کیونکہ اس وقت دوزخ جھونکی جاتی ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہو نفل) نماز پڑھو، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کے شہادت دینے اور حاضری کا ہے، یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھ لو، پھر نماز سے رُک جاؤ، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوجائے، کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔''(مشکوٰۃ ص:۹۴، قدیمی کتب خانہ)

حضرت عبداللہ صنابحیؓ راوی ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے، پھر جب وہ بلند ہوجاتا ہے تو وہ الگ ہوجاتا ہے، پھر جب دوپہر ہوتی ہے تو شیطان آفتاب کے قریب آجاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان اس کے قریب آجاتا ہے اور جب آفتاب غائب (یعنی غروب) ہوجاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان اوقات میں (یعنی آفتاب کے طلوع وغروب کے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔''(مشکوٰۃ ص:۹۵، قدیمی کتب خانہ)

ٹھیک ہے کہ ایک روایت میں جمعہ کا استثناء ہے،لیکن وہ روایت ضعیف ہے،جیسا کہ صاحبِ مشکوٰۃ نے امام ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے: ''حضرت ابوالخلیل حضرت ابوقتادہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک کہ سورج نہ ڈھل جائے نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، علاوہ جمعہ کے دن کے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ علاوہ جمعہ کے دن کے روزانہ (دوپہر کے وقت) دوزخ جھونکی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ ص:۹۵، طبع: قدیمی کتب خانہ)

اس روایت کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ: ’’حضرت ابوقتادہؓ سے ابوالخلیلؒ کی ملاقات ثابت نہیں ہے (لہٰذا اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے)۔‘‘

حجاج کرام کو چاہیے کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سنتیں اور کوئی نفل نماز وغیرہ نہ پڑھیں، تاکہ اس وعید سے بچ سکیں اور ممنوع اوقات میں نماز پڑھنے والے فعل کے بھی مرتکب نہ ہوں۔ ہمارے مقتدا علماء حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ سعودی عرب کے حکام اور علمائے کرام کے سامنے اس مسئلے کو اُٹھائیں اور اُنہیں باور کرائیں کہ اس غیر مشروع فعل کے ارتکاب کا وہ سبب نہ بنیں اور جس طرح پہلے جمعہ کے دن زوال کے بعد پہلی اذان دی جاتی تھی اور اس کے چند منٹ بعد دوسری اذان دی جاتی تھی، اس عمل کو جاری رہنے دیں اور اس نئے طریقے کو رائج کر کے صریح احادیث کی مخالفت کا باعث نہ بنیں۔

6:.... اسی طرح عام طور پر آج کل حجاج منیٰ میں رہنے کو غیر ضروری سمجھنے لگے ہیں، بلکہ مشاہدہ ہے کہ بعض حج گروپ کے لیڈران خاص طور پر اپنے حجاج کو اس کی ترغیب دینے لگے ہیں کہ آپ عزیزیہ میں اپنی بلڈنگ میں رہیں اور صرف جمرات کو کنکریاں مارنے کے لیے آپ منیٰ میں جائیں، اور کئی لوگ رات گزارنے کے لیے یا تو مکہ اپنی بلڈنگ میں چلے جاتے ہیں یا عزیزیہ میں اپنی رہائش پر چلے جاتے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف طواف کے لیے تو بیت اللہ تشریف لے گئے، اس کے علاوہ تینوں دن ورات منیٰ ہی میں رہے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک منیٰ میں رہنا سنت مؤکدہ ہے، باقی ائمہ منیٰ میں رات گزارنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ منیٰ میں نہ رہنے والوں کو تادیب فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد القاسمی نے اپنی تالیف ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقۂ حج‘‘ میں منیٰ میں رہنے کے بارے میں روایات کا اِحاطہ کیا ہے، جوکہ درج ذیل ہیں:

۱:.... حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ ایامِ تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں ہی رہے۔ (ابوداؤد، ص:۲۷۱)

۲:.... عبدالرحمن بن فروخ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں رہے اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا۔ (اعلاء السنن، ص:۱۹۰)

۳:.... حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: عقبہ کے پیچھے (مکہ کے حدود میں) کوئی نہ گزارے ایام تشریق کے دنوں میں۔

۴:.... حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کو زجر و توبیخ فرمایا کرتے تھے اس بات پر کہ منیٰ کا قیام کوئی چھوڑ دے۔ (فتح القدیر، ص:۵۰۲)

۵:.... ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ منع فرمایا کرتے تھے جمرہ عقبہ کے پیچھے (مکہ کے حدود میں) کوئی قیام کرے۔ (فتح القدیر)

۶:.... حضرت عمر فاروقؓ ممنوع قرار دیتے تھے کہ وہ منیٰ کے دنوں میں مکہ مکرمہ میں رات گزارے۔ (فتح القدیر، ص:۵۰۲)

حضرت مولانا فائدے کے تحت لکھتے ہیں کہ: ’’خیال رہے کہ مزدلفہ سے ۱۰ر کی صبح کو منیٰ آیا جاتا ہے، اب اس کا قیام منیٰ میں ہی ۱۲ر تک یا ۱۳ر تک رہے گا۔ ۴ر دن ہوئے اور ایک قیام ۸ر تاریخ کو مکہ مکرمہ سے آنے اور عرفات جانے سے قبل کیا تھا۔ یہ منیٰ کے ۵ر ایام ہیں، یہ ایام منیٰ میں گزارنا سنت مؤکدہ ہے۔ رات کو کسی دوسرے مقام حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں بھی قیام درست نہیں۔ آپ نے منیٰ میں قیام بھی فرمایا اور یہی حکم فرمایا، چنانچہ آپ رات کو نفلی طواف کرنے جاتے تو رُکتے نہیں، منیٰ چلے آتے۔

(باقی صفحہ 14 پر ملاحظہ فرمائیں)

قربانی..... سنتِ ابراہیمی

مولانا عمران اللہ قاسمی

کسی بھی مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ قربان کرنا پڑتا ہے ایک تاجر‘ ایک مزدور صبح سے شام تک کا وقت قربان کرتا ہے‘ اپنی بیش قیمت محنت صرف کرتا ہے‘ تب جا کر اسے کچھ نفع حاصل ہو پاتا ہے‘ غرض عقل وفطرت بھی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ کسی مقصد کے حصول کے لئے آپ کو قربانی دینی ہوگی‘ پھر جس قدر وہ مقصد اعلیٰ ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے اسی معیار کی قربانی پیش کرنی پڑے گی‘ ایک مومن بندے کا سب سے اہم مقصد رضا الٰہی ہے جس کے حصول کی خاطر اس کو ہر ممکن قربانی پیش کرنی چاہئے خواہ وہ خواہشات کی قربانی ہو، خواہ مال کی قربانی ہو، خواہ جان کی قربانی ہو‘ مومن بندے کے لئے حکم الٰہی کی تعمیل واجب اور ضروری ہے‘ چنانچہ اللہ کے مخلص بندے ہر حکم الٰہی کو خوش دلی سے پورا کرتے ہیں اور جس طرح کی قربانی کا جس وقت بھی مطالبہ ہوتا ہے بارگاہِ رب میں اس کو پیش کر دیتے ہیں‘ انہی قربانیوں میں سے ایک وہ مخصوص قربانی کا عمل ہے جس کو ایام ذی الحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔

قربانی کا یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے‘ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمانِ باری تعالیٰ کی تعمیل میں اپنے اکلوتے لاڈلے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لئے پیش کر دیا‘ لٹا کر ان کی گردن پر چھری چلادی‘ چونکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا نہیں تھا بلکہ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبہ اطاعت کی آزمائش مقصود تھی‘ جس میں وہ پورے اترے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان حضرات کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ آنے والی نسلوں میں بھی اس کو جاری و ساری فرمایا‘ چنانچہ ۲ ہجری میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے قربانی کا حکم جاری ہوا‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ کی نماز ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربانی کئے‘ مسلمانوں کو بھی قربانی کا حکم دیا‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور اہتمام فرمانے کی وجہ سے ہر صاحبِ نصاب مومن پر قربانی کرنا واجب قرار پایا اور اسی پر بس نہیں بلکہ ایام قربانی میں یہ عمل ہی اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ پسندیدہ عمل بن جاتا ہے اور قربانی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک بڑی جزا کا مستحق بن جاتا ہے‘ بشرطیکہ قربانی کرنے والا اخلاص کے ساتھ قربانی کرے‘ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہ گوشت کے محتاج ہیں اور نہ خون کے بلکہ وہ صرف انسان کے خلوص وتقویٰ پر نظر رکھتے ہیں‘ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”نہیں پہنچتا ہے اللہ کو ان کا خون اور نہ گوشت لیکن پہنچتا ہے اس کی بارگاہ میں تمہارا تقویٰ۔“ (الحج:۳۶)

مطلب یہ ہے کہ دیگر عبادتوں کی طرح اصل مقصود قربانی حکم الٰہی کی تعمیل ہے‘ جس میں خلوص وتقویٰ کارفرما ہو‘ ایک روایت میں حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت فرمایا‘ اے اللہ کے رسول! یہ قربانی کیا ہے (یعنی اس کا ثبوت کہاں سے ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے‘ صحابہ کرام نے پھر دریافت کیا: ہمارے لئے اس میں کیا اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جانور کے ہر بال کے عوض تمہیں ایک نیکی ملے گی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اون کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اون کے ہر ہر روئیں کے بدلہ بھی ایک ایک نیکی عطا کی جائے گی۔“ (الترغیب)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے قربانی کی فضیلت اور اس کی جزا کو بیان فرمایا ہے‘ ارشاد گرامی ہے:

”حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کھڑی ہو اپنی قربانی کو دیکھ‘ بلاشبہ

اس کے خون کا پہلا قطرہ جو بھی گرے گا‘ اس کے بدلہ ہر گناہ سے مغفرت ہے۔‘‘

(الترغیب)

اس روایت کے اگلے حصہ میں اس مضمون کا بھی اضافہ ہے کہ اس جانور کو قیامت کے دن اس کے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور ستر گنا اضافہ کرکے تمہارے میزان عمل میں رکھا جائے گا‘ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا یا رسول اللہ! یہ فضیلت صرف آل محمد کے لئے ہے؟ وہ حضرات ہی اس فضیلت کے ساتھ خاص ہیں یا تمام مسلمان اس میں شامل ہیں‘ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فضیلت آل محمد کے لئے خاص طور پر ہے اور مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر ہے‘ حاصل یہ ہے کہ قربانی ایک نہایت بابرکت اور عظیم الشان عمل ہے اور اس کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان اس بابرکت عمل کو خلوص نیت اور سچے جذبے کے ساتھ انجام دے اور ہر طرح کی کوتاہی سے اس عمل کو پاک رکھے۔

چند کوتاہیاں:

قربانی کے ایام میں اہلِ ایمان کے دلوں میں جذبات ابھر آتے ہیں‘ جیسے جیسے ایام قربانی قریب آتے ہیں‘ ویسے ہی اس کی تیاریاں زور پکڑتی نظر آتی ہیں‘ اہل ایمان کے یہ جذبات قابل تحسین ہیں‘ اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے لیکن اس سب کے باوجود بعض حضرات غفلت ولاعلمی کی بنا پر کچھ غلطیوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں‘ جن سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

مالی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا:

بعض اہل ثروت حضرات جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قسم کی دولت سے نوازا ہے‘ ان کے پاس مالی وسعت ہوتی ہے‘ لیکن وہ لوگ دین سے دوری اور غفلت کی بنیاد پر قربانی نہیں کرتے جبکہ ان پر قربانی واجب ہوتی ہے‘ ان حضرات کو یاد رکھنا چاہئے کہ مالی وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنا نہایت بڑا گناہ ہے‘ ایسے لوگوں کے متعلق آپ ﷺ نے نہایت غصہ کا اظہار فرمایا ہے‘ ارشاد گرامی ہے:

’’حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس قربانی کرنے کی گنجائش ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔‘‘

(الترغیب)

مذکورہ روایت میں آپ ﷺ کے غصہ کا اظہار نمایاں ہے‘ ایسے حضرات کو آپ ﷺ عیدگاہ میں آنے سے منع فرما رہے ہیں‘ لہٰذا ان حضرات کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر آپ صاحبِ نصاب ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت دی ہے تو ذرا سی غفلت اور بخل میں قربانی چھوڑ کر گناہگار نہ بنیں اور رسول خدا کے غصہ کے مستحق نہ بنیں ذرا غور کریں کہ دنیاوی حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور ان سے اپنے کام نکالنے کے لئے رشوت وغیرہ کے نام پر کس قدر دولت لٹادی جاتی ہے‘ دنیاوی رسم ورواج کے چکر میں آکر کتنا مال ودولت صرف کرڈالتے ہیں‘ کیا اپنی دولت میں سے معمولی رقم نکال کر یہ حضرات قربانی کرکے اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں کرسکتے۔

قربانی میں بخل سے کام لینا:

بعض حضرات قربانی تو کرتے ہیں لیکن ان کی زیادہ کوشش اس بات پر ہوتی ہے کہ کوئی سستا حصہ مل جائے‘ اس کے لئے وہ تگ ودو کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ دبلے اور کمزور قسم کے جانور پر ہی اکتفا کرتے ہیں جبکہ وہ اس سے اچھا اور قیمتی جانور خریدنے کی بھی استطاعت رکھتے ہیں‘ ایسے حضرات کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی مالی وسعت اور فراوانی عطا کی ہے‘ اس کے لحاظ سے بڑھ چڑھ کر قربانی میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھنا چاہئے کیونکہ قربانی میں اچھا اور عمدہ جانور منتخب کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

گوشت کی تقسیم:

اگر بڑا جانور قربانی کرنا ہے اور اس میں کئی حصہ دار ہیں تو بہتر یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو اچھی طرح ناپ تول کر برابر برابر تقسیم کرے اور اٹکل و اندازے سے بالکل نہ کرے تاکہ ذرہ برابر بھی کمی بیشی کا شائبہ نہ رہے‘ ہاں البتہ اگر کسی کے حصہ میں سری پائے لگادیئے جائیں تو پھر اس کے حصہ سے گوشت کم کرنا درست ہے‘ آج کل تقسیم کے وقت اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ) شامی میں ہے:

’’یقسم اللحم وزنا لا جزافاً‘‘ (شامی)

صاحبِ نصاب کے لئے ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے:

بہت سے افراد یہ سمجھتے ہیں کہ پورے گھر کے لئے صرف ایک قربانی ہی کافی ہے‘ کسی دوسرے فرد پر قربانی کرنا واجب نہیں‘ اس لئے وہ حضرات ایسا کرتے ہیں کہ ایک سال اپنی طرف سے قربانی کرلیتے ہیں اور دوسرے سال اپنی بیوی کی طرف سے قربانی کرلیتے ہیں اور اسی طرح ایک سال اپنی لڑکی کی طرف سے اور ایک سال والد مرحوم کی جانب سے اس طرح سے، وہ حضرات ہر سال بدلتے رہتے ہیں‘ خوب اچھی

طرح جان لینا چاہئے کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے کہ گھر کے جن افراد پر قربانی واجب ہے یعنی جو بھی صاحبِ نصاب ہیں' ان میں ہر ایک پر قربانی کرنا واجب ہے یعنی اگر میاں بیوی الگ الگ نصاب کے مالک ہوں کہ ان میں سے ہر ایک ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت کا مالک ہو ضروریات زندگی کے علاوہ تو ان دونوں پر الگ الگ دو قربانیاں واجب ہیں' اگر یہ حضرات الگ الگ دو قربانیاں نہیں کریں گے تو گناہگار ہوں گے' اسی طرح اگر صاحبِ نصاب دوسرے کے نام پر قربانی کرتا ہے اور اپنے نام سے نہیں کرتا تو وہ بھی گناہگار ہوگا' اسی طرح بعض لوگ حضور اقدس ﷺ کے نام کی قربانی کرتے ہیں اور خود کو بھول جاتے ہیں ایسا کرنا غلط ہے' بلکہ ان حضرات کو چاہئے کہ اپنے نام سے قربانی کریں اور اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت سے نوازا ہے تو پھر حضور اقدس ﷺ کے نام سے بھی ضرور قربانی کریں۔ (آپ کے مسائل ان کا حل)

اسی طرح بعض حضرات ایسی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ ایک بار قربانی کر لینا کافی ہے اب ہم پر قربانی واجب نہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ مسئلہ بالکل زکوٰۃ کی طرح ہے' جس طرح صاحبِ نصاب پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوتی ہے' اسی طرح اس پر قربانی بھی ہر سال واجب ہوگی' صرف ایک مرتبہ قربانی کرنے سے عمر بھر کا فریضہ ساقط نہ ہوگا۔ (ایضاً)

ضرورت سے زائد چیزیں نصاب کے بقدر ہیں تو قربانی واجب:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس نصاب کے بقدر سونا یا چاندی تو نہیں ہوتی اور نہ اس کی قیمت کے بقدر روپیہ پیسہ ہوتا ہے' البتہ ان حضرات کے پاس اتنی مالیت کے اسباب عیش فراہم ہوتے ہیں' مثلاً ٹی وی وغیرہ ایسے لوگوں کو بھی قربانی کرنا چاہئے کیونکہ وہ حضرات جب کثیر رقم خرچ کر کے ٹی وی اور دیگر اسباب عیش خرید سکتے ہیں تو معمولی رقم خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کے اس مطالبہ کو کیوں پورا نہیں کر سکتے ایسے لوگوں کو ضرور قربانی کرنا چاہئے۔

قربانی کے ایام میں قربانی کرنا ہی ضروری ہے:

بعض حضرات قربانی کرنے کی وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرتے بلکہ قیمت کو فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں' اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ ایام قربانی میں صدقہ کر دینے سے فریضہ ساقط نہ ہوگا بلکہ قربانی کرنا ہی واجب اور ضروری ہوگا' البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے ایام قربانی میں قربانی نہ کر سکا اور قربانی کے ایام گزر گئے تو اب قربانی کے بدلہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (شامی)

یہ چند مسائل ہیں' جن کا اہتمام کرنا ضروری ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جذبۂ اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆ .... ☆☆

رحیم یار خان میں معروف قادیانی خاندان کا قبولِ اسلام

راقم الحروف (مفتی محمد راشد مدنی) عید الفطر کے بعد سہ ماہی اجلاس منعقدہ ملتان میں شریک تھا کہ صاحبزادہ مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نے رابطہ کیا اور اطلاع دی کہ ریلوے چوک رحیم یار خان پر موجود معروف قادیانی گھرانے کی فیملی چند اشکالات رکھتی ہے، آپ آئیں اور ان کے اشکالات دور کریں شاید کہ یہ لوگ ہدایت پر آجائیں۔ بندہ نے معاملہ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حکم ہوا کہ سارے کام چھوڑ کر جائیں زندگی موت کا علم نہیں، ان کا ایمان لانا زیادہ اہم ہے۔ بندہ رحیم یار خان پہنچا، قادیانی فیملی کے سربراہ خالد محمود سے ملاقات کی گفتگو ہوئی پھر انہوں نے مجھ ناکارہ کو گھر بلایا، ساتھ ہی مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی تشریف لے گئے، خالد محمود صاحب کی اہلیہ محترمہ نے چند اشکالات اٹھائے، تسلی ہونے پر انہوں نے قادیانیت پر لعنت بھیج کر راقم الحروف کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کر لیا۔ ساتھ ہی ان کے بچوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ خالد ولد فضل دین، نازیہ خالد ولد مرزا محمد حنیف اور ان کے بچوں کے قبولِ اسلام پر مسلمانوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے روز ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں ریلوے شہر کے علماء کرام اور تاجر حضرات کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ مفتی قاضی شفیق الرحمٰن کی موجودگی میں جب نو مسلم خالد محمود نے قبولِ اسلام کی داستان سنائی تو مسجد نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ سب نے مبارکباد دی اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں، نو مسلموں کے لئے استقامت کی دعا کی گئی۔

مجدد کی تعریف اور اس کی ضرورت

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفہیمات الٰہیہ میں مجدد کی تعریف میں فرماتے ہیں: مجدد وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث کے علم میں خاص مقام عطا فرمایا ہو اور اس کو وقار اور سکینت سے مزین کیا ہو، وہ حرام ووجوب، مکروہ، استحباب واباحت سب کو ان کے مقامات پر رکھے، شریعت کو احادیث موضوعہ سے اور غلط قیاس کرنے والوں کے قیاس سے پاک صاف فرمادے، وہ ہر افراط وتفریط سے پاک کرے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف لوگوں کے قلوب کو متوجہ کردے، اس سے لوگ آکر اپنی علمی پیاس بجھائیں، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”مائۃ“ کا لفظ تخمین کے لیے ہے تعین کے لیے نہیں ہے، پھر اس کا اعتبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے کیا جائے گا، مجددیت سے سب سے قریب قدماء محدثین کی جماعت ہے جن میں امام بخاری وامام مسلم اور ان جیسے محدثین شامل ہیں۔ (التفہیمات الالٰہیہ، ۱/۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”إن اللہ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدّد لھا دینھا“ أخرجہ أبوداود (۴۲۹۱) (اس حدیث کی تخریج حاکم نے مستدرک ۴/۵۲۲، حدیث نمبر ۸۵۹۲) اور طبرانی نے المعجم الاوسط (۶۵۲۷) میں کی ہے، اس کی مزید تفصیلات بذل المجہود (۱۲/۳۶۶) کے حاشیہ میں موجود ہے)۔

عام طور پر لوگوں کے ذہن میں اس طرح آتا ہے کہ ”من“ سے مراد علماء امت سے کوئی ایک شخصیت ہوگی جو اپنے زمانے میں دین کی تجدید ونصرت میں امتیازی شان رکھتی ہوگی، اسی طرح سنت کو رائج کرنے اور اس کو طاقت پہنچانے میں اور بدعت کا قلع قمع کرنے میں اور اس کے راستے بند کرنے میں غیر معمولی کام انجام دے گی، وہ علم دین کی اشاعت کرے گی ان کارناموں کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے یہ مقرر کیا کہ فلاں شخصیت پہلی صدی کی مجدد ہے، لیکن صاحب جامع الاصول نے لفظ ”من“ کو ایک شخص کے بجائے پوری جماعت پر اطلاق کرنے کو بہتر قرار دیا اور کہتے ہیں: گرچہ لفظ ”من“ واحد وجمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اس لیے مجدد کا اطلاق صرف فقہاء ہی پر نہیں بلکہ اس سے قراء ومحدثین وزہاد وغیرہ بھی مراد لیے جائیں گے، ان میں سے جس عالم نے اپنے فن میں غیر معمولی خدمت کی ہو، صحیح وسنت کا راستہ پیش کیا ہو، لیکن اگر اس کو تمام عالم کے لیے عام کردیا جائے کہ ہر زمانے میں ایک مجدد یا کئی مجددین رہتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ”علی رأس کل مائة سنة“ ہر صدی کے اخیر میں، اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ مدت ختم ہوجانے کے بعد دوسرا مجدد آئے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اس دین کی بقا کے لیے قیامت تک محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظامات کر دیے گئے ہیں اور امت اسلامیہ کو اس پیشین گوئی کے ذریعہ آگاہ کرکے مطمئن کردیا گیا، بعض اہم انتظامات کی خبر قرآن کریم میں ہے، بعض کی احادیث صحیحہ میں، چنانچہ ہر صدی میں مجدد کا ہونا بھی انھیں انتظامات کی ایک کڑی ہے جس کا تذکرہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علماء نے مستقل تصانیف کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ کی کتاب: ”الفوائد الجمة فیمن یجدّد الدین لھذہ الأمة“ اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب: ”التنبئة بمن یبعثه اللہ علی رأس کل مائة“ موجود ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہورہا ہے کہ ہر صدی کے شروع یا اخیر میں مجددین پیدا ہوں گے تو درمیانی صدی میں کیا ہوگا، اس میں اگر باطل پرست اسلام کے خلاف سازش کرنے لگیں یا بدعتوں کو پھیلانے لگیں اور سنتوں کو مٹانے لگیں، حدیث شریف میں آیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں بھی اس مجدد کے تلامذہ

اور اس سے وابستہ جماعت باقی رہے گی جو دین کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرتی رہے گی:

’’لاتزال طائفة من أمتي ظاهرين علی الحق لایضرّھم من خذلھم۔‘‘(صحیح مسلم:۱۹۲۰)

یعنی ہر زمانے میں ایک جماعت موجود رہے گی جو دین کی حفاظت کرتی رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدی کے اندر بھی سلف کے خلف یعنی جانشین موجود رہیں گے، صدی کے اندرونی حصے اور درمیانی حصے میں کوئی ایسا زمانہ نہیں ہوگا کہ امت کے سلف کے نمونہ نہ ملیں بلکہ ضرور ملیں گے جو مؤید من اللہ ہیں جیسا کہ حدیث بالا سے ثابت ہے۔ یہ اس نبی کی امت ہے جس کے دین کی بقاء کا قیامت تک وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’إنا نحن نزلنا الذکر وإنا له لحافظون۔‘‘(الحجر:۹)

ترجمہ:’’ہم نے قرآن کریم کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔‘‘

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو جس طرح شریعت کو آپ پر ختم کر دیا گیا تو ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسی شخصیتیں پیدا کرتا رہے گا جو دین کے چشمۂ صافی کو گرد وغبار سے صاف کر کے اصلی صورت میں باقی رکھے گا، اس لیے جس زمانے میں مجدد یا مصلح کی ضرورت ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ پیدا کرتا رہا ہے، وہی اس دین کا محافظ و پاسبان ہے، اس پر اسلام کی تاریخ شاہد ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

’’یحمل ھذا العلم من کل خلفٍ عدُوله، یَنْفُونَ عنه تحریفَ الغالین، وانتحالَ المبطلین، وتأویلَ الجاھلین‘‘ (أخرجہ البیھقی:۲۰۹/۱۰)

ترجمہ:’’اس علم کے ہر نسل میں ایسے عادل ومتقی حامل ووارث ہوں گے جو اس دین سے غلو پسند لوگوں کی تحریف، اہل باطل کے غلط انتساب ودعوے اور جاہلوں کی دور از کار تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔‘‘

یعنی اسلام کو تحریف وغلط انتساب، جاہلانہ تاویلات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گے، یہ سلسلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے ہر صدی اور عالم اسلام کے بڑے بڑے ملکوں میں جاری ہے۔

بے شک جتنا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دور ہوتا جائے گا وہ پہلے کے مقابلے میں بدتر زمانہ ہوگا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت وارد ہے:

’’لا یأتي علی أمتي زمان إلا الذی بعدہ شرٌ منه‘‘ (صحیح بخاری:۷۰۶۸)

یعنی: میری امت پر جو زمانہ آئے گا اس سے گزرے ہوئے زمانے سے بدتر ہو گا۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: آنے والے سالوں میں کوئی ایسا سال نہیں ہوگا جس میں لوگ بدعت جاری کریں گے، سنتیں مٹائیں گے اور بدعت کو زندہ کریں گے؛ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ ان بدعتوں کو مٹانے کے لیے اور اسلام پر جو گرد وغبار آجائے گا اسے صاف کرنے کے لیے مجددین و مصلحین پیدا کرتا رہے گا۔

(المعجم الکبیر:۵۰/۴، رقم:۱۱۹۶۲)

ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں یہ فرماتے ہیں:

المراد ’’بمن یجدّد‘‘ سے شخص واحد نہیں ہے، بلکہ ان سب کی ایک جماعت مراد ہے؛ بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجددین کی ایک جماعت ایک ہی زمانے میں موجود رہے۔ ان میں سے ہر شخص کسی شہر میں علوم شرعیہ میں سے کسی خاص فن کی تجدید کرتا ہو اور علوم شرعیہ میں سے جس کی ضرورت تھی تحریراً یا تقریراً رواج دے رہا ہو اور یہ شخص علوم شرعیہ کے بقاء کا سبب بن جائے تا کہ دین کمزور نہ ہوسکے اور نہ کوئی مٹا سکے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے۔

بے شک دین کی تجدید اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے ہوتی رہی ہے؛ کیونکہ علم شرعی زوال پذیر ہے اور جہالت میں اضافہ وترقی ہے، زمانہ میں علماء کی ترقی کا معیار زمانے میں علم کے زوال سے وابستہ رہے گا، بیشک متقدمین اور متاخرین کے علم وفضل اور تحقیق وتدقیق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بُعد زمانہ کی وجہ سے بہت دوری رہے گی۔ متقدمین کے فضل ومقام کا اعتراف کرنا اور ان کی برکات کو تسلیم کرنا ضروری ہے، انھوں نے ہمارے لیے علوم شرعیہ کو محفوظ کر دیا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔(مرقاۃ المفاتیح:۵۰۷/۱)

لیکن اس زمانے کے لحاظ سے مجددین و مصلحین کا سلسلہ باقی رہے گا۔

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے ابوداؤد شریف کی تقریر جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر نقل کی ہے اس میں یہ فرمایا: قوله: ’’من یجدّد لھا دینھا‘‘ یعنی اس امت میں کچھ خاص افراد ہوں گے جو

دین کی تجدید کا فریضہ انجام دیں گے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی ایک ہی شخص ہوگا اگر چہ یہ بھی بعض علماء کی رائے ہے، کیوں کہ ہماری توجیہ کے مطابق بہت سے ایسے افراد اس امت میں گزرے ہیں جو تجدید دین کے شرف سے مشرف ہیں، ان میں سے کسی کی تجدید دین کسی ایک ہی نوع میں ہے مثلاً بہت سے ایسے محدث ہیں جنھوں نے علم حدیث میں کارنامہ انجام دیا، لیکن فقہ میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور بہت سے ایسے افراد ہیں جن کا کارنامہ مشہور ہے انہوں نے تجدیدی کام انجام دیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کی شہرت اور ان کا فیض عالمی ہو۔ لیکن جو بات ہم کہہ رہے ہیں اس سے یہ بات سہل ہے کہ کلمہ ”من“ سے ایک شخص مراد نہیں ہے، ہاں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کبھی ایک شخص کی تاثیر باطنی غیر معمولی ہو اس کا فیض عام ہو جس کا ہمیں احساس نہ ہو، اسی طرح یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مختلف ملکوں میں ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوں۔

(بذل المجهود:۱۲/۳۳۷،۳۳۸)

دین کی تجدید یہ امر اضافی ہے؛ کیونکہ علم میں ہر ساعت تنزلی ہے اور جہل میں ہر ساعت ترقی ہے، ہمارے زمانے کے علماء کی ترقی کا اسی اعتبار سے لحاظ کیا جائے گا جس طرح سے علم میں گراوٹ ہے اس دور کے اعتبار سے ان کے تجدیدی کام کا اعتبار کیا جائے گا جیسے روشنی کے مرکز سے جتنی دوری ہوگی اسی لحاظ سے اندھیرا نظر آئے گا جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہورہا ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا کہ محققین کے یہاں لفظ ”من“ میں عموم ہے، اس سے ایک دو اور چند بھی سمجھے جاسکتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں کئی بزرگوں کو مجدد مانا جائے اور حدیث ”علی رأس کل مائة سنة“ ہر صدی کے سرے پر، ابتدا اور انتہا دونوں پر بولا جاتا ہے۔ صدی کے سرے پر مجدد کی پیدائش کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس وقت اس کے تجدیدی مشن کا آغاز ہوتا ہے، جسے حدیث میں بعث کے لفظ سے بتایا گیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیدائش کے ۴۰ رسال بعد مبعوث ہوئے اور اس کا واضح کرنا ضروری ہے کہ حدیث کا لفظ ”یجدّد“ دین سے رسوم وبدعات اور فسادات کو دور کرکے اصل دین کو چمکا دے گا، اس لیے مجدد کی بڑی پہچان یہ ہے کہ خواص اس کو پہچان لیں اور عوام علماء کے بتانے سے جان لیں، اس کی تعلیم وتلقین، جدوجہد اور اس کے کارنامے خود شہادت دیں گے کہ یہ مجدد ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

یہاں جو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ ہر صدی کے شروع یا اخیر میں ایک مجدد آئے گا اس غلط فہمی کا ازالہ کردیا گیا ہے، ہوسکتا ہے درمیان صدی میں کوئی مجدد آجائے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ”مائة سنة“ کی قید تخمین ہے تعیین نہیں ہے، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد مانا گیا ہے درآنحالیکہ ان کی وفات ۱۱۷۶ھ میں اور حضرت سید احمد شہید کی ولادت ۱۲۰۱ھ اور شہادت ۱۲۴۶ھ میں ہے، بعض اکابر نے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو مجدد مانا ہے یہ دونوں حضرات بھی صدی کے اندر ہیں گر چہ جمہور علماء کی شہادت یہ ہے کہ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ مجدد ہیں اور ان کے اصحاب وخلفاء ان کے تجدیدی کارنامے میں شریک ہیں، اس طرح کی تفصیلات تاریخ اسلام میں ملتی ہیں جن کی تفصیل کا موقع نہیں۔

نبی اور مجدد کی دعوت میں فرق:

نبی اور مجدد کی دعوتوں میں نوعیت کا فرق ہے، نبی ہر شخص کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے، نبی پر ایمان لانا جزء ایمان ہے جس کے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا لیکن مجدد اپنی شخصیت کی دعوت نہیں دیتا یہاں تک کہ مجدد کو مجدد ماننا ایمان کا ادنیٰ جزء بھی نہیں ہے، اس لیے نبی کو اپنا نبی ہونا یقینی اور قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے اس کو اللہ کی تعلیم وحی کے ذریعے دی جاتی ہے، مجدد کا اپنا مجدد ہونا ظن اور تخمین سے زیادہ معلوم نہیں ہوتا، بلکہ اگلے زمانے کے مجددین کا مجدد ہونا بالعموم ان کی وفات کے بعد ان کے کارناموں اور مساعی سے خواص

دعائے صحت کی اپیل

ہمارے محترم دوست مولانا کفایت اللہ صاحب (مردان) سابق استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی صاحبِ فراش ہیں، ان کو دل کا عارضہ لاحق ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

امت پر ظاہر ہوا اس کے بعد لوگوں نے مانا۔ البتہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ان کا منصب نبوت اللہ کی طرف سے وہبی ہوتا ہے جس کے لیے غیبی انتخاب سے افراد چنے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کے لیے بعث من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسے: ”ھو الذی بعث فی الأمیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاته“ الآیۃ (سورۃ الجمعۃ، آیت: ۲) ٹھیک اسی طرح حدیث نبوی نے مجددین کے لیے بھی بعث من اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نبوت اصل ہے اور تجدید اس کا ظل ہے، یہاں الہام قطعی ہے اس کو وحی کہتے ہیں وہاں ظنی ہے، نبی کا منکر خارج عن الاسلام ہے مجدد کا منکر خارج عن الصلاح والتقویٰ ہے، مجدد علم اور عمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ، اخلاق وعمل کے اعتبار سے نبی کا نمونہ ہوتا ہے، بہر حال مجددیت نبوت کا ایک نہایت روشن ودرخشاں پرتو ہے۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی، ارشادات حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ: جلد ۱، ۱۴۶)

امت میں مختلف ادوار وزمانہ گزرتے رہے ہیں جس قسم کے فتنوں کا ظہور ہوتا رہا اس قسم کے اصلاحی طریقوں کے لیے مجددین مبعوث ہوتے رہے، بہر حال ہر مجدد کے متعلق ان کے کارناموں کو دیکھ کر کہ ان کی تعلیم وتلقین کس قدر موثر اور مفید ہوئی جس سے اس کی شخصیت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ چنانچہ پہلی صدی کے خاتمہ کے مجدد حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۱ھ، دوسری صدی کا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ متوفی ۲۰۴ھ کو مجدد مانا ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجدد میں سارے خیر کی صفات کا جمع ہونا ضروری نہیں، یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی شخص میں سارے کمالات پائے جائیں، اس سے مستثنیٰ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ہیں جو سارے صفات کے حامل تھے، وہ پہلی صدی میں حکومت کے امیر المؤمنین تھے، عدل وانصاف کا نظام قائم کیا تھا، ان کے بعد امام شافعیؒ کا دور آیا اگرچہ وہ تمام صفات حسنہ سے متصف تھے لیکن وہ کسی حکومت کے حاکم نہیں تھے کہ جہاد کا حکم دیتے اور عدل کا نظام قائم کرتے۔ علی کل حال جس کسی شخص میں کوئی ایک صفت ان صفات میں سے پائی جائے جو مجدد کے لیے بتائی گئی ہیں اس کا شمار بھی مجددین میں ہوگا خواہ ایک شخص ہو یا کئی اشخاص ہوں۔

ہندوستان میں دسویں صدی کے خاتمہ پر مجدد حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہیں اور گیارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ان کے بعد ایک جماعت نے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کو اس منصب کا اہل تسلیم کیا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اس صدی کے مجدد ہیں، واللہ اعلم۔

☆☆ .... ☆☆

بقیہ:...... حجاج کرام سے چند گزارشات

۷:.... اسی طرح طوافِ زیارت کے لیے خواہ دس یا گیارہ کو جائے تو طواف سے فارغ ہو کر منیٰ چلا آئے گا اور رات منیٰ میں ہی گزارنی ہوگی، جیسا کہ شرح لباب میں ہے۔

۸:.... ہدایہ میں ہے: منیٰ کے علاوہ میں رات گزارنی مکروہ ہے۔

۹:.... عنایہ میں ہے کہ منیٰ کا قیام اس لیے مقرر کیا گیا تا کہ رمی جو حج کے مناسک میں ہے آسان ہو۔ (عنایہ علی الفتح ص: ۵۰۱)

۱۰:.... جزء حجۃ الوداع میں ہے کہ جمہور علماء منیٰ میں رات گزارنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ سنت قرار دیتے ہیں۔ (حجۃ الوداع ص: ۱۷۲)

۱۱:.... طحاوی نے لکھا ہے کہ ایام تشریق کے دنوں میں منیٰ میں قیام نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (اعلاء السنن ص: ۱۹۰) (بحوالہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ حج ص: ۴۷۶۔۴۷۷)

حجاج کرام سے درخواست ہے کہ حج کے اعمال کو اسی انداز میں ادا فرمائیں، جس طرح آپ ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور ہمارے اسلاف نے ادا فرمائے ہیں۔ اپنی تن پسندی کی بناء پر اپنی طرف سے ہر ہر عمل میں اپنے خام خیالات اور آراء پر عمل شروع کر دیا تو حج کا حلیہ ہی بگڑ جائے گا۔ اس لیے خدارا! حج کے اعمال میں جدتیں پیش کرنے سے باز رہیں، اور مخلوقِ خدا کو اسی راستے پر رکھیں، جو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ان کے لیے طے کیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

”صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحابة“

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت ابودرداء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہئے جو وفات پا چکے ہیں، اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی۔ وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لئے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔“ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)

مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

عویمر بن مالک خزرجی جو عموماً اپنی کنیت ابودرداء سے جانے جاتے تھے۔ صبح بہت تڑکے نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے بُت کے پاس پہنچے جس کو انہوں نے اپنے گھر کے اندر سب سے بلند جگہ پر نصب کر رکھا تھا۔ انہوں نے پہلے اس کے سامنے اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور اسے اپنی دکان میں موجود سب سے اعلیٰ درجے کی خوشبو سے معطر کیا، پھر ایک نہایت بیش قیمت اور نئے ریشمی کپڑے سے اس کو آراستہ کیا جو یمن کے ایک تاجر نے ان کو ہدیتاً دیا تھا۔

سورج آسمان میں بلند ہوگیا اور دن کی گہما گہمی شروع ہوگئی تو ابودرداء گھر سے دکان کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کہ یثرب کی سڑکیں اور گلیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے لئے تنگ ہو رہی ہیں۔ اس وقت وہ لوگ بدر سے واپس لوٹ رہے تھے اور ان کے آگے آگے قریش کے قیدیوں کی وہ جماعت تھی جو جنگ میں شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئی تھی۔ ابودرداء راستے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے ایک خزرجی نوجوان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس سے عبداللہ بن رواحہؓ کی خیریت دریافت کی۔ نوجوان نے جواب دیتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے میدانِ کارزار میں خوب دادِ شجاعت دی ہے اور جرأت ومردانگی کے جوہر دکھا کر صحیح سالم واپس آگئے ہیں۔

ابودرداء کے عبداللہ بن رواحہؓ کی خیریت دریافت کرنے پر اس نوجوان کو کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ اخوت ورفاقت کے جو تعلقات ان دونوں کے درمیان تھے، ان سے سب لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ ابودرداء اور عبداللہ بن رواحہؓ کے مابین زمانۂ جاہلیت میں رشتۂ مواخاۃ قائم ہوا تھا۔ اسلام آیا تو ابن رواحہؓ نے بڑھ کر اسے قبول کر لیا، جبکہ ابودرداء نے اس سے اعراض کیا، لیکن اس کے باوجود ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے مضبوط رشتۂ اخوت میں کسی قسم کی کمزوری نہیں واقع ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ برابر ان سے ربط رکھتے، ان سے ملاقات کرتے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے اور برابر انہیں اس کا شوق دلاتے رہتے اور شرک کی حالت میں گزرنے والے ان کی زندگی کے ایک ایک دن پر افسوس کا اظہار کرتے رہتے تھے۔

ابودرداء دکان پر پہنچے اور اپنی اونچی نشست گاہ پر بیٹھ کر خرید وفروخت میں مشغول ہو گئے۔ وہ ان حالات سے بالکل بے خبر تھے جو اس وقت ان کی غیر موجودگی میں ان کے گھر میں پیش آرہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنے دوست ابودرداء کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، وہ اپنے دل میں ایک بات ٹھانے ہوئے تھے، جب ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے۔ انہوں نے ام درداء کو صحن میں دیکھ کر کہا:

”اللہ کی بندی! تیرے اوپر رحمت وسلامتی ہو۔“

”اور تم پر بھی، اے ابودرداء کے بھائی!“

ام درداء نے ان کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''ابو درداء کہاں ہیں؟'' ابن رواحہؓ نے پوچھا:

''دکان پر گئے ہیں، اور اب لوٹنے والے ہیں۔'' ام درداء نے جواب دیا۔

''اندر آجاؤں؟'' ابن رواحہؓ نے اجازت مانگی۔

''بسر وچشم!'' ام درداء نے خوش ہوتے ہوئے کہا اور ان کے لئے راستہ چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں اور گھر کے کاموں اور بچوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہوگئیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سیدھے اس کمرے میں پہنچ گئے جس میں ابودرداء نے اپنا بت نصب کر رکھا تھا۔ انہوں نے ایک بنسولا نکالا (جس کو وہ اپنے ساتھ لائے تھے) اور بت پر پل پڑے اور یہ کہتے ہوئے اس کے ٹکڑے کرنے لگے: ''الا کل مایدعٰی مع اللہ باطل.... الا کل مایدعٰی مع اللہ باطل۔''

''سنو! وہ سارے معبود جو عبادت میں خدا کے ساتھ شریک کئے جارہے، جھوٹے ہیں'' اور بت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گئے۔

ادھر جب ام درداء بت والے کمرے میں گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ ٹوٹا پڑا ہے اور اس کے ٹکڑے زمین پر ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ بت کی یہ درگت دیکھ کر ان کے حواس باختہ ہوگئے اور یہ کہتے ہوئے اپنا منہ پیٹنے لگیں: ''اھلکتنی یا ابن رواحۃ.... اھلکتنی یا ابن رواحۃ''

''ابن رواحہ! تم نے تو مجھے تباہ کردیا.... آہ! تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا''

اس حادثے کو وقوع پذیر ہوئے ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ابو درداء واپس آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی بت والے کمرے کے دروازے پر بیٹھی زاروقطار رو رہی ہے اور اس کے چہرے پر خوف و ہراس کے آثار نمایاں ہیں۔ بیوی کو اس حال میں دیکھ کر ابودرداء نے اس سے پوچھا:

''کیا بات ہے؟ تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟''

''آپ کے بھائی عبداللہ بن رواحہ آپ کی غیر موجودگی میں یہاں آئے اور انہوں نے ہی آپ کے بت کی وہ گت بنائی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔'' بیوی نے بدستور روتے ہوئے کہا۔

جب انہوں نے بت کی طرف نظر اٹھائی اور دیکھا کہ اس کے ٹکڑے چاروں طرف زمین پر بکھرے ہوئے ہیں تو پہلے تو مارے غصے کے بھڑک اٹھے اور اس کا انتقام لینے کا ارادہ کرلیا، لیکن کچھ دیر بعد جب ان کے غصے کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تو انہوں نے اس پر غور کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ: ''اگر اس بت میں ذرا بھی قوت وطاقت ہوتی تو یہ ضرور اپنا دفاع کرتا'' اور اسی وقت وہ عبداللہ بن رواحہؓ کی طرف روانہ ہوگئے اور ان کو ساتھ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنے دخول اسلام کا اعلان کردیا۔ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے اپنے قبیلے کے آخری فرد تھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اس طرح ایمان لائے کہ ایمان لاتے ہی وہ ان کے رگ و پے میں سرایت کرگیا اور ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ وہ اس خیر سے محرومی پر سخت پشیمان تھے جو ان سے فوت ہوگیا تھا۔ ان کو اس بات کا بھی شدید احساس تھا کہ ان کے دوست احباب فہمِ دین اور حفظِ کتاب الٰہی میں ان سے سبقت لے گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے لئے عبادت وتقویٰ کا بڑا ذخیرہ جمع کرلیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اَن تھک جدوجہد اور مسلسل کوشش کے ذریعے تلافیٔ مافات کا عزم مصمم کرلیا۔ انہوں نے دل میں اس بات کا اٹل فیصلہ کرلیا کہ رات دن ایک کرکے وہ اپنے پیشروؤں کو جالیں گے بلکہ ان سے آگے نکل جانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ وہ عبادت کی طرف مائل ہوئے تو اس طرح کہ دنیا سے قطع تعلق کرکے پورے طور پر خدا کے ہو رہے۔ وہ حصولِ علم دین کی جانب متوجہ ہوئے تو یوں جیسے کوئی پیاسا پانی کی طرف لپکتا ہے۔ وہ کتاب اللہ کو یاد کرنے اور اس کی آیات پر غور و تدبر کرنے میں منہمک ہوگئے، اور جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ کاروباری مصروفیتیں ان کی لذتِ عبادت کو مکدر کئے دے رہی ہیں اور ان کی وجہ سے وہ علمی مجلسوں میں شرکت سے محروم رہ جاتے ہیں تو انہوں نے بلاتذبذب ان مصروفیات سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا اور اس فیصلے پر نہ تو انہیں کوئی صدمہ ہوا، نہ انہوں نے اس پر کسی افسوس کا اظہار کیا۔

ایک بار کسی نے اس کے متعلق ان سے دریافت کیا تو انہوں نے سائل کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے پہلے سے میں تجارت کر رہا تھا۔ اسلام لانے کے بعد میں نے چاہا کہ عبادت کے ساتھ ساتھ تجارت کا سلسلہ بھی جاری رکھوں، لیکن میری

یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور آخر کار میں نے تجارت ترک کردی اور پوری یکسوئی کے ساتھ عبادت میں لگ گیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابودرداء کی جان ہے، مجھے تو یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ آج میری کوئی دکان مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے ہو اور میری نماز باجماعت فوت نہ ہو اور پھر خرید وفروخت کر کے میں روزانہ تین سو دینار نفع کماؤں۔‘‘

پھر انہوں نے سائل کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: ’’میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے کاروبار اور خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ البتہ میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جاؤں جن کو تجارت اور کاروباری مصروفیتیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتیں۔‘‘

بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے تجارت چھوڑ دی بلکہ انہوں نے دنیا کو ترک کردیا، وہ اس کی تمام دل فریبیوں اور رنگینیوں سے کنارہ کش ہوکر روکھی سوکھی غذا اور موٹے جھوٹے لباس پر قانع ہوگئے، جس سے وہ اپنی کمر سیدھی رکھ سکیں اور ستر پوشی کرسکیں۔ ایک دفعہ ان کے یہاں کچھ مہمان آئے۔ وہ موسم سرما کی ایک نہایت سرد رات تھی۔ انہوں نے مہمانوں کے لئے گرم گرم کھانا تو بھیج دیا، لیکن اوڑھنے کے لئے لحاف نہیں بھیجا۔ جب انہوں نے سونے کا ارادہ کیا تو لحافوں کے متعلق باہم مشورہ کرنے لگے۔ آخر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ان سے اس سلسلے میں بات کرتا ہوں، دوسرے نے اسے منع کیا مگر وہ نہ مانا اور جا کر ان کے کمرے کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابودرداء لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی اہلیہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ان دونوں میاں بیوی کے بدن پر ایک ہلکا سا کپڑا ہے جو نہ تو دھوپ سے بچا سکتا ہے، نہ ٹھنڈک سے حفاظت کر سکتا۔ مہمان نے ان سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بھی ہماری ہی طرح رات گزار رہے ہیں۔ آخر آپ کا سارا سامان کہاں ہے؟

’’وہاں (آخرت میں) ہمارا ایک گھر ہے۔ جب بھی کوئی سامان ہمارے ہاتھ آتا ہے، ہم اسے لگاتار وہیں بھیجتے رہتے ہیں۔ اگر ہم نے اس گھر میں کچھ بچا کے رکھا ہوتا تو آپ لوگوں کے پاس ضرور بھیجا ہوتا۔ پھر جس راستے سے ہم کو اس گھر کی طرف جانا ہے، اس میں نہایت دشوار گزار گھاٹیاں ہیں جن کو سامان سے بوجھل شخص کے مقابلے میں ہلکا پھلکا آدمی زیادہ آسانی سے عبور کر سکے گا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اپنے بوجھوں سے سبکدوش ہوجائیں تاکہ بآسانی اس گھاٹی سے گزر سکیں۔‘‘

پھر اس سے کہا: ’’غالباً! آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔‘‘

’’ہاں! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔‘‘ اس نے کہا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو شام کی گورنری کا منصب عطا کرنا چاہا، مگر وہ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ جب حضرت عمرؓ کا اصرار بہت زیادہ بڑھ گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ اس بات پر راضی ہوں کہ میں وہاں جا کر لوگوں کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے رسول کی سنت کی تعلیم دوں اور انہیں نمازیں پڑھایا کروں تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت عمرؓ اس پر راضی ہوگئے اور حضرت ابودرداء دمشق روانہ ہوگئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ دنیا کی دولت وثروت پر فریفتہ اور عیش وعشرت میں غرق ہیں۔ لوگوں کو اس حال میں دیکھ کر وہ گھبرا گئے۔ ان کو مسجد میں اکٹھا ہونے کے لئے کہا، جب سب لوگ وہاں جمع ہوگئے تو حضرت ابودرداء نے ان سے خطاب فرمایا:

’’دمشق کے لوگو! تم آپس میں دینی بھائی، ہمسائے اور دشمنوں کے خلاف ایک دوسرے کے انصار ومعاون ہو۔ لوگو! آخر وہ کون سی چیز ہے جو میرے ساتھ مودت ومحبت کا تعلق قائم کرنے اور میری نصیحتوں کو قبول کرنے سے تم کو روک رہی ہے، حالانکہ میں اس کے بدلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں ہوں۔ میری نصیحت و خیر خواہی تمہارے لئے ہے اور میرا خرچ دوسرے پر ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اہل علم ایک ایک کر کے اٹھتے جارہے ہیں، مگر بے علم لوگ علم حاصل کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟‘‘

’’میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی ساری توجہ ان چیزوں کے حصول میں صرف کررہے ہو جن کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے اور جن باتوں کا تم کو حکم دیا گیا ہے ان کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا بات ہے کہ تم وہ مال ودولت جمع کرنے میں لگے ہوئے ہو جسے تم کو کھانا نہیں ہے، وہ عمارتیں تعمیر کرنے میں مصروف ہو، جن میں تم کو رہنا نہیں ہے اور ان چیزوں کی خواہش کرتے ہو جو تمہیں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ تم سے پہلے کے لوگوں نے دولت کے انبار جمع کئے اور آرزوؤں کے محل تعمیر کئے لیکن تھوڑی ہی دیر میں ان کا اکٹھا

کیا ہوا سرمایہ تباہ و برباد ہوگیا، ان کی آرزوؤں کے عالی شان محل زمین بوس ہوگئے اور ان کے تعمیر کردہ مکانات قبروں میں تبدیل ہوگئے۔‘‘

’’اہل دمشق! یہ ہے قوم عاد، جس نے زمین کو مال اور اولاد سے بھر دیا تھا۔ میں قوم عاد کا ترکہ آج دو درہم میں بیچ رہا ہوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس کو لینا چاہتا ہے؟‘‘

حضرت ابو درداءؓ کی یہ تقریر سن کر لوگ زارو قطار رو رہے تھے، اور ان کی آوازیں مسجد کے باہر سے سنائی دے رہی تھیں اور اس روز سے ان کا روزمرہ کا یہ معمول ہوگیا کہ وہ دمشق کی عوامی مجالس میں شریک ہوتے اور بازاروں میں گشت لگاتے۔ ان مواقع پر وہ پوچھنے والوں کو مسائل بتاتے، اَن پڑھ لوگوں کو تعلیم دیتے اور غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو غفلت سے ہوشیار کرتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ فرصت کے ہر ہر لمحے کو غنیمت جانتے اور ہر مناسب موقع سے بھرپور استفادہ کی کوشش کرتے تھے۔

ایک دفعہ ان کا گزر ایک مجمع کی طرف سے ہوا جو ایک آدمی کے گرد اکٹھا تھا۔ لوگ اسے زد و کوب کر رہے تھے اور گالیاں دے رہے تھے۔ انہوں نے حقیقت حال دریافت کی تو لوگوں نے بتایا کہ:

’’ایک آدمی ہے جس نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔‘‘

’’یہ بتاؤ اگر یہ شخص کسی کنویں میں گر جاتا تو کیا تم اسے وہاں سے نہ نکالتے؟‘‘ حضرت ابو درداءؓ نے ان سے پوچھا۔

’’کیوں نہیں!‘‘ سب نے کہا۔

’’تو پھر تم اس کو نہ گالی دو، نہ مارو پیٹو بلکہ صرف سمجھانے بجھانے اور وعظ و نصیحت پر اکتفا کرو اور اس بات پر خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس گناہ سے محفوظ رکھا۔‘‘ حضرت ابو درداءؓ نے ان لوگوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا:

’’تو کیا آپ اسے ناپسند نہیں کرتے؟‘‘ مجمع نے پوچھا۔

’’میں صرف اس کے اس گھناؤنے کام کو ناپسند کرتا ہوں اگر اس سے باز آجائے تو پھر یہ میرا بھائی ہے۔‘‘ انہوں نے جواب دیا۔

حضرت ابودرداءؓ کی یہ بات سنی تو وہ شخص پھوٹ پھوٹ کر رونے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے لگا۔

ایک نوجوان ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور ان سے درخواست کرتا ہے:

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے محترم ساتھی! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے:

’’بیٹے! خوشحالی کے زمانے میں خدا کو یاد کرتے رہا کرو، وہ تم کو تنگ دستی کے دنوں میں یاد رکھے گا۔‘‘

’’بیٹے! تم یا تو عالم بنو یا متعلم بنو یا علم کے سننے والے بنو، چوتھے (جاہل) نہ بنو، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔‘‘

’’بیٹے! مسجد کو تمہارا گھر ہونا چاہئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ’’المساجد بیت کل تقی‘‘ ... مسجدیں ہر متقی آدمی کا گھر ہیں...۔

’’اور خدائے عزوجل نے ان لوگوں کے لئے جو اپنے وقت کا بیشتر حصہ مسجدوں میں گزارتے ہیں۔ راحت و رحمت اور پُل صراط سے بآسانی گزر کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تک پہنچنے کی ضمانت لے رکھی ہے۔‘‘ حضرت ابو درداءؓ اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اور یہ چند نوجوان ہیں جو راستے پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور آتے جاتے لوگوں کو گھور رہے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ ان کے پاس جاکر نصیحت کرتے ہیں:

’’بیٹو! مسلمان کی نشست گاہ اس کا گھر ہے، اسی میں رہ کر وہ اپنے نفس اور اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ بازاروں اور عام گزرگاہوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ حرکت آدمی کو غافل کرکے فضول اور بے مقصد مشاغل میں مبتلا کر دیتی ہے۔‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے قیامِ دمشق کے زمانے میں، وہاں کے گورنر حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے ان کی بیٹی درداء سے اپنے لڑکے یزید کی شادی کا پیغام بھیجا، لیکن انہوں نے یہ پیغام نامنظور کر دیا اور اس کا نکاح ایک عام مسلمان کے ساتھ کر دیا، جس کی دینی و اخلاقی حالت سے وہ مطمئن اور راضی تھے اور جب یہ بات عوام میں پہنچی تو ایک شخص نے اس کے متعلق ان سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

’’میں نے یہ قدم اپنی بیٹی درداء کے فائدے کے پیش نظر اٹھایا ہے۔‘‘

وہ کیسے؟ اس نے وضاحت چاہی۔

’’تمہارا کیا خیال ہے، درداء کے متعلق؟ جب ہر وقت اس کے خدمت میں لونڈیوں اور غلاموں کی جماعت اس کا ہر حکم بجالانے کے لئے موجود ہوتی اور وہ خود کو ایسے شاندار محلوں میں پاتی جن کی جگمگاہٹ نگاہوں کو خیرہ کئے دے رہی ہو،

تو اس روز اس کا دین کہاں ہوتا؟‘‘حضرت ابو درداءؓ نے کہا۔

ان کے قیام شام کے زمانے میں ملکی حالات معلوم کرنے کے خیال سے خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کا دورہ فرمایا اور ایک روز اپنے دوست حضرت ابو درداءؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا، کیونکہ وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوگئے۔ اندر گہری تاریکی مسلط تھی۔ حضرت ابو درداءؓ نے آہٹ محسوس کی تو اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کو بٹھایا۔ پھر دونوں آدمی باتوں میں مصروف ہوگئے۔ اس وقت دونوں میں سے کوئی بھی اندھیرے کی وجہ سے دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے تکیے کو ٹٹول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ زین کے نیچے رکھا جانے والا کمبل ہے، بستر کو ٹٹولا تو پتہ چلا کہ وہاں کنکریاں بچھی ہوئی ہیں اور ان کے اوڑھنے کو ہاتھ لگایا تو محسوس ہوا کہ وہ ایک پتلا سا کمبل ہے جو دمشق کی شدید سردی سے بچانے کے لئے قطعاً ناکافی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کیا میں نے آپ کے لئے کشادگی و فراخی کا انتظام نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے آپ کی ضروریات کے لئے رقم نہیں بھیجی تھی؟‘‘

حضرت ابو درداءؓ نے جواب دیا: ’’عمرؓ! آپ کو یاد ہے وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمائی تھی؟‘‘

’’کون سی حدیث؟‘‘ انہوں نے دریافت کیا۔

’’کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس دنیا کا ساز و سامان مسافر کے زادِ راہ کی طرح مختصر اور حسبِ ضرورت ہونا چاہئے۔‘‘ حضرت ابو درداءؓ نے یاد دلایا۔

’’ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی تھی۔‘‘ حضرت عمرؓ نے کہا۔

’’تو اے عمرؓ! پھر ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیا؟‘‘ انہوں نے کہا اور پھر دونوں رونے لگے اور صبح تک برابر روتے رہے۔

حضرت ابو درداءؓ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اہل دمشق کو وعظ و نصیحت فرماتے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے رہے، اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے دوست احباب ان کی عیادت کے لئے آئے اور ان سے پوچھا کہ: ’’آپ کو کس بات کی شکایت ہے؟‘‘

’’اپنے گناہوں کی‘‘ انہوں نے جواب دیا۔

’’کوئی خواہش ہے؟‘‘ دوستوں نے دریافت کیا: ’’اپنے رب سے عفو و درگزر کا طالب ہوں‘‘ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا، پھر اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ مجھے: ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کی تلقین کرو، اس کے بعد وہ برابر کلمۂ طیبہ کو دہراتے رہے اور اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے۔

انتقال کے بعد حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ نے خواب دیکھا کہ: ’’ایک نہایت ہی ہری بھری اور لمبی چوڑی چراگاہ ہے۔ اس میں چمڑے کا ایک بہت بڑا خیمہ لگا ہوا ہے، اس خیمے کے اردگرد بکریاں بیٹھی ہوئی ہیں، وہ ایسا خوشنما اور دلکش منظر تھا کہ ویسا منظر کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ سب کس کا ہے؟ تو ان کو بتایا گیا کہ یہ سب کچھ عبدالرحمٰن ابن عوف کا ہے۔ پھر عبدالرحمٰنؓ بن عوف خیمے سے نکلے اور ان سے کہا کہ مالک کے بیٹے! یہ وہ کچھ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو قرآن کی بدولت عطا فرمایا ہے۔ اگر تم اس گھاٹی پر چڑھ کر نظر دوڑاؤ گے تو تم وہ کچھ دیکھو گے جو تمہاری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا اور تم وہ کچھ سنو گے جو تمہارے کانوں نے کبھی نہیں سنا ہوگا اور ایسی ایسی چیزیں وہاں پاؤ گے جن کا تمہارے دل میں کبھی خیال تک نہیں آیا ہوگا۔‘‘

حضرت عوفؓ بن مالک نے پوچھا کہ:

’’اے ابو محمدؓ! وہ سب کچھ کس کا ہے؟‘‘

انہوں نے فرمایا کہ: ’’وہ سب اللہ عزوجل نے ابو درداءؓ کے لئے تیار کیا ہے۔ اس لئے کہ وہ دنیا کو اپنے ہاتھوں اور سینے سے پیچھے دھکیلتے تھے۔

قادیانی فیملی کا قبولِ اسلام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مفتی محمد راشد مدنی کی دعوت سے متاثر ہوکر دنیاپور میں معروف قادیانی پرائیویٹ اسکول کی پرنسپل قدسیہ زوجہ مسعود اور ان کے بچوں محمد خان ولد مسعود، محمد احمد ولد مسعود نے قادیانیت سے توبہ کرلی اور کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیاپور کے امیر طیب عثمان، ڈاکٹر طلعت باری، عظمت باری، شہزاد سلیم، رحیم یار خان سے محمد نعیم، مدثر شہزاد، بابا صادق مجاہد اور محمد عمر سمیت کثیر تعداد میں اہلیان دنیاپور نے شرکت کی مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ اختتامی دعا مفتی محمد ظفر اقبال مدظلہ نے فرمائی، نیز مفتی حفیظ الرحمٰن کی صحتیابی کی بھی دعا کی گئی۔ جامع مسجد و مدرسہ علی المرتضیٰ میں ان کے اعزاز میں بھرپور تقریب منعقد کی گئی۔

مسئلہ ختم نبوت کی حساسیت

چوتھی اور آخری قسط

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ ☆

اب مرزا صاحب نے اپنا راستہ یہاں سے نکالا کہ وہ زندہ تو نہیں ہیں، مر گئے ہیں اور جو مر گیا واپس نہیں آتا، چونکہ کسی کو تو آنا ہے۔ اور وہ واپس نہیں آئیں گے، لہٰذا جو آئے گا وہ اُن جیسا کوئی ہوگا، جس میں اُن کی صفات ہوں گی۔ لہٰذا اُن جیسا میں ہوں اور میرے اندر اُن کی صفات موجود ہیں۔ وہ صفات کیسی ہیں، اُس کا نمونہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ وہ کن چیزوں پر بلیو کرتے ہیں اور قادیانی عقائد کی عقلی یا مذہبی بنیاد کتنی ہے۔ حدیث میں آیا ہے، صحیح مسلم کی روایت ہے، نواس ابن سمعانؓ ایک مشہور صحابی ہیں، طویل روایت صحیح مسلم میں آئی ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ جب قربِ قیامت آسمان سے اُتریں گے تو دمشق شہر کے مشرقی کنارے پر اتریں گے، جہاں لوگ تیار ہوں گے دجال کا مقابلہ کرنے کے لیے اور دو زرد رنگ کی چادریں اوڑھے ہوں گے اور اس طرح سے اتریں گے جیسے آدمی ابھی غسل کر کے غسل خانے سے نکلتا ہے جسم پونچھے بغیر، قطرے ٹپک رہے ہوتے ہیں،، اُس طرح کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، دو چادریں باندھے ہوئے اور دمشق کے مشرق میں اتریں گے مینارے پر۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ دو چادروں سے مراد یہ دو فزیکل چادریں کپڑے کی نہیں ہیں بلکہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں، جو جسم کے دو حصوں میں ہوں گی، اوپر والے حصے میں اور نچلے حصے میں۔ مجھے دو بیماریاں ہیں، دو مکروہ بیماریوں کا نام لیا، میں اُن کا ذکر نہیں کرتا۔ مجھے دو بیماریاں ہیں، ایک جسم کے بالائی حصے میں اور دوسری نچلے حصے میں۔ یہ دو زرد چادریں اشارہ ہے اُن دو بیماریوں کی طرف۔ لہٰذا میں دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے ہوں۔

اچھا دمشق میں تو آپ کبھی گئے نہیں زندگی میں؟ اس کا انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد وہ دمشق شہر نہیں ہے جو ملکِ شام میں واقع ہے، بلکہ اس سے مراد ہر وہ شہر ہے جس کے باشندے یزیدی الطبع ہوں، جس کے باشندوں کی فطرت یزید جیسی ہو۔ چونکہ قادیان کے باشندوں کی فطرت یزید جیسی ہے۔ لہٰذا دمشق سے مراد قادیان ہے۔ اچھا جی ٹھیک ہے زرد چادریں بھی ہوگئیں، دمشق بھی ہوگیا، یہ مشرقی مینارہ کہاں سے آیا؟ کہنے لگے مینارہ اگر موجود نہیں ہے تو میں اب بنوا لیتا ہوں۔ انہوں نے چندہ لے کر کہا کہ میں مینارہ بنوانا چاہتا ہوں، اس لیے کہ مجھے وہاں اترنا تھا لیکن میں پہلے اتر گیا، مینارہ انہوں نے چندہ لے کے بنوانا شروع کیا لیکن اپنی زندگی میں نہیں بنوا سکے، ان کے مرنے کے بعد اُن کے بیٹے نے مکمل کروایا اور وہ اُن کے انتقال کے بعد مکمل ہوا، وہ مینارہ قادیان میں ہے۔ اس کا بھی نام رکھا ہوا ہے انہوں نے مینارۃ المسیح۔ تو جس مینارہ پر اُن کو اُترنا تھا وہ اُن کے انتقال کے بعد تیار ہوا۔

لہٰذا مینارہ بھی ہوگیا، دمشق بھی ہوگیا، دو زرد چادریں بھی ہوگئیں، اس کے بعد کسی نے کہا کہ حدیث میں تو آیا ہے کہ عیسائیت ختم ہو جائے گی اُن کے آنے کے بعد اور وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو ختم کر دیں گے، عیسائی خنزیر بہت کھاتے ہیں۔ صلیب کو پوجتے ہیں۔ یہ بھی آیا ہے بعض روایات میں کہ عیسائیت ختم ہو جائے گی اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ کہنے لگے: عیسائیت کے ختم ہونے سے مراد یہ نہیں کہ فزیکلی عیسائی ختم ہو جائیں گے بلکہ مقصد یہ ہے کہ دلائل کے میدان میں ہار جائیں گے، تو میں نے اتنے دلائل عیسائیت کے خلاف بیان کر دیے کہ عیسائی ہار گئے اور اُن کا وجود اور عدمِ وجود برابر ہے۔ اس لیے وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اچھا جی ٹھیک ہے، اور خنزیر؟ کہنے لگے خنزیر کو قتل کرنے سے مراد فزیکلی جا کر گولیاں مار کے سور مارنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خنزیر خوری کی برائی اتنی مشہور اور معلوم

☆...... سابق جج وفاقی شرعی عدالت، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور، سابق پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ہوجائے گی کہ کسی کوشبہ نہیں رہے گا کہ خنزیر کھانا بڑی بری بات ہے۔تو میں نے خنزیر کی حرمت پر مضمون لکھ دیا اور اتنا زبردست لکھا ہے کہ جو ماننے والے ہیں انہوں نے مان لیا تو گویا میں نے خنزیر کو مار دیا۔ اچھا صلیب کو توڑنے سے کیا مراد ہے؟ کہنے لگے کہ میں نے عیسائیت پر اتنی تنقید کردی ہے کہ صلیب ٹوٹ گئی۔

یہ بات سارے قادیانی مانتے ہیں۔اور جو جو علامت یا نشانیاں اُس میں آئی ہیں۔حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غالباً جب یہ فرمارہے تھے تو آپ کے سامنے وہ منظر تھا۔تو آپ نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں، بتایا کہ عیسیٰؑ آئیں گے اور فرمایا کہ گویا میں عیسیٰؑ بن مریم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک جگہ ہے مکہ کے باہر فج الروحا، جگہ ہے، فج الروحا کے قریب عمرے کا احرام باندھ کر بیت اللہ جائیں گے اور بیت اللہ کا طواف کریں گے، پھر عمرہ کریں گے، یعنی جب کامیاب ہوجائیں گے دجال کے مرنے کے بعد تو گویا شکرانے کے طور پر عمرہ کریں گے۔میں دیکھ رہا ہوں وہ منظر میرے سامنے ہے کہ فج الروحا سے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہوں گے۔ تو اُس سے کسی نے کہا کہ آپ کو تو عمرے کی سعادت حاصل نہیں ہوئی؟ آپ تو کبھی نہیں گئے؟ تو اس کے جواب میں اُس نے کہا کہ ضروری نہیں جو کام آدمی کے سپرد کیے جائیں وہ خود کرے، بعض اوقات اُس کی اولاد کردیتی ہے۔اگر میں نہیں جاسکا تو میری اولاد جائے گی۔لیکن حیرت کی بات ہے کہ نہ مرزا صاحب جاسکے نہ اُن کا پہلا جانشین جاسکا، نہ دوسرا جانشین جاسکا، نہ تیسرا جاسکا اور نہ چوتھا جاسکا۔ ابھی تک کوئی بھی جانشین فج الروحا سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ نہیں کرسکا۔ اس کی انہوں نے یہ تاویل کی۔ اس طرح کی تاویل سے تو ہر چیز دنیا میں ثابت ہوسکتی ہے۔ آپ اس کو مسجد ثابت کردیں، اس کمرے کو گرجا ثابت کردیں۔اگر اس طرح سے دنیا میں دین کی، مذہب کی، شریعت کی، قانون کی تاویل ہونے لگے تو دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔ ایک پاگل آدمی اس طرح کی چیزوں پر ایمان رکھ سکتا ہے۔

کوئی تیز اور ہوشیار آدمی اس طرح کی تاویلات سے اور اس طرح کے باطل، فضول اور مہمل اقوال سے کوئی سنجیدہ پروگرام تعمیر نہیں کرسکتا۔خود آج قادیانی لیڈروں کی عبارتوں کو اسی طرح سے تاویل کا نشانہ بنایا جائے تو آپ جو چاہیں نکال لیں۔ پاکستان کے آئین کی جو چاہیں تعبیر شروع کردیں، قانون کی تاویل کردیں۔ آپ اپنی والدہ کو خط لکھیں اور خدانخواستہ کوئی اس کی اسی طرح تاویل شروع کردے تو آپ ایک دن زندہ نہیں رہ سکتے۔آپ اپنے استاد سے کچھ کہیں اور استاد اُس کا کچھ مطلب سمجھے، استاد آپ کو کوئی ہدیت دے اور آپ اس میں یہی تاویلیں شروع کردیں۔ یہ تو انتہائی بے عقلی کی اور فضول بات ہے۔اور اس کا مستحق نہیں ہے یہ مضمون کہ کسی سنجیدہ محفل میں اس کو بیان کیا جائے۔ یہ

قادیانیوں کی شرانگیزی کا فوری نوٹس لے کر ان کو قانون کے حوالے کیا جائے

لاہور.....عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کے ممبران مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، پیر رضوان نفیس، مولانا علیم الدین شاکر، مولانا ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، مولانا محمد اشرف گجر، مولانا خالد محمود، مولانا عبدالنعیم نے پھولنگر کے گاؤں بلہیر میں قادیانیوں کا مسلمانوں پر گولیاں چلانے اور فائرنگ کرنے، تشدد کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے حکام بالا سے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانیوں کی اس شرانگیزی کا فوری نوٹس لے کر ان کو قانون کے حوالے کیا جائے۔قادیانیوں نے مسلمانوں پر جس ڈھٹائی کے ساتھ فائرنگ کی جس سے ایک مسلمان زخمی ہوا، ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ قادیانی فتنہ کی بنیاد ہی انتشار پر مبنی ہے آئے روز مختلف علاقوں میں قادیانی انتشار پھیلانے کی مذموم حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ قادیانیت کو پنپنے کا موقع فراہم کرنے والے آقا نامدار حضور خاتم النبیین ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ مسلمانوں کو ختم نبوت کے حوالے سے آواز بلند کرنے پر سزا دی جارہی ہے۔ انتظامیہ قادیانیت نوازی کے سلسلے کو فوری بند کرے۔ملک عزیز پاکستان میں منکرین ختم نبوت کو نوازنے کا سلسلہ بند ہونا چاہئے۔ قادیانی مسلمانوں پر فائرنگ کرتے رہے، مقامی انتظامیہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حکومت وقت سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ آئین پاکستان کے باغی گروہ قادیانیوں کو لگام ڈالی جائے اور ان کو پاکستان کے آئین اور قانون کا پابند بنایا جائے۔

مثال میں نے اس لیے دے دی کہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ یہ کس نوعیت کی ہے۔ بعض مثالیں ایسی ہیں کہ سچی بات یہ ہے کہ اُن میں بداخلاقی، عریانی اور فحاشی انتہاء تک پہنچی ہوئی ہے، وہ اس کی مستحق نہیں ہے کہ آپ تنہائی میں اس کو پڑھیں، لیکن اگر میرے بیان پر اعتماد ہے تو یہ مان لیجیے کہ اُس میں ایسی چیزیں موجود ہیں۔ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، بس چند منٹ ہیں، ایک دو سوال ہوں تو میں جواب دے دیتا ہوں۔

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کو سزائے موت کیوں نہیں دی گئی؟

جواب: اس لیے نہیں دی گئی کیونکہ وہ انگریزوں کا دورِ حکومت تھا، انگریز کی سرپرستی حاصل تھی، انگریز اُس کی پرورش کر رہا تھا۔ سزائے موت کون دیتا۔ اگر وہ کسی مسلم ملک میں ہوتے تو یقیناً اُن کو سزائے موت ملتی۔ مرزا صاحب نے ایک تبلیغی خط لکھا امیر حبیب اللہ افغانستان کے بادشاہ کو، امیر حبیب اللہ نے صرف اُس کا اتنا جواب دیا کہ ایں جابیا، اُسی خط کو واپس کر کے اتنا لکھ دیا ایں جا بیا، یہاں آ۔ خیر وہ سمجھ گئے کہ کیا جواب ہے، امیر حبیب اللہ کے پاس تو وہ نہیں گئے لیکن اُن کے انتقال کے بعد اُن کا جو بیٹا تھا مرزا محمود، اُس نے دو آدمی قادیانیت کی تبلیغ کے لیے افغانستان بھیجے تو وہ افغانستان میں گرفتار ہو گئے، پتہ لگا کہ یہ مدعی نبوت کے علمبردار ہیں، اُس کے پیروکار ہیں اور اُس کی دعوت دینے یہاں آئے ہیں یہ لوگ، تو اُن پر مقدمہ چلا عدالت میں اور سزائے موت دے دی گئی اُن دونوں کو۔ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ مجھ پر ایک وحی نازل ہوئی ہے شاتان تذبحان دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ تو مرزا محمود صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی سچی ثابت ہوئی، یہ دو بکریاں ذبح کر دی گئیں۔ اب یہ پتہ نہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی میں یہ بات مطلوب تھی کہ ذبح کی جانی چاہئیں، اگر ذبح کی جانی چاہئیں تو وہ ذبح ہو گئیں، پھر شکایت کس بات کی ہے؟ اور اگر شکایت تھی کہ دو بکریاں ذبح کر دی جائیں گی، اس سے بچو۔ الفاظ میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔ (شاتان تذبحان) دو بکریاں ذبح کی جائیں گی، کس مفہوم میں ہے کہ کی جانی چاہئیں یا نہ کی جانی چاہئیں؟ یا محض اطلاع تھی؟

بہرحال دو بکریاں ذبح ہو گئیں۔ اب جب بھی کہیں کوئی دو آدمی مارے جاتے ہیں جو مسلمان ہوں تو قادیانی کہتے ہیں یہ اُن دو بکریوں میں شامل ہیں۔ بھٹو صاحب کو سزائے موت ہوئی تو قادیانیوں نے کہا کہ یہ اُن دو بکریوں میں سے ایک بھٹو صاحب تھے، کیونکہ انہوں نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا تھا۔ جنرل ضیاء الحق صاحب کا حادثہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کیا تھا، ایک بکری یہ تھے۔ جب شاہ فیصل شہید ہوئے تو انہوں نے کہا یہ بھی ان دو بکریوں میں سے ایک ہیں، انہوں نے بھی ان کو غیر مسلم قرار دیا تھا۔ انور سادات مارے گئے تو انہوں نے کہا یہ بھی ان دو بکریوں میں سے ایک ہیں، کوئی مسلمان لیڈر دنیا میں کہیں بھی بیچارہ مارا جائے یا غیر طبعی موت مر جائے تو کہتے ہیں کہ یہ ان دو بکریوں میں سے ایک ہے۔ ابھی تک پتہ نہیں درجنوں بکریاں ذبح ہو چکی ہیں لیکن قادیانیوں کی یہ گنتی پوری نہیں ہوئی۔

سوال: نئی نسل کو قادیانیت سے کیسے بچائیں؟

جواب: یہ ساری باتیں جو میں نے عرض کیں، یہ نئی نسل کو بتائیے اور یہ دو کتابیں ہر ایک کو پڑھوا دیجیے۔ اردو میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی، اور انگریزی پڑھنی ہو تو اس کا بھی ترجمہ دستیاب ہے، میں نے بھی چھوٹی سی کتاب لکھی ہے اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں۔ کتابیں بہت ہیں پڑھنے کے لیے۔

انتخاب: مولانا محمد اشفاق یونس، کراچی

تاریخی ختم نبوت واستحکام پاکستان کانفرنس

لاہور...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رابطہ کمیٹی کا اجلاس مرکز ختم نبوت مسلم ٹاؤن لاہور میں مولانا ڈاکٹر عبدالواحد قریشی کی صدارت میں ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، میاں محمد رضوان نفیس، مولانا عبدالنعیم، مولانا محمد اشرف گجر، مولانا خالد محمود، مولانا سعید وقار، مولانا عبدالعزیز، مولانا زبیر جمیل، مولانا سمیع اللہ نے شرکت کی۔ اجلاس میں 6 ستمبر کو منعقد ہونے والی تاریخی ختم نبوت واستحکام پاکستان کانفرنس کی تیاری کے حوالہ سے فیصلہ کیا گیا کہ پچاس رابطہ کمیٹیوں کا اجلاس رکھا جائے۔ لاہور بھر میں سمن آباد، ٹاؤن شپ، شاد باغ، چائنہ اسکیم، مہاجر آباد میں تحفظ ختم نبوت کانفرنسز اور کورسز منعقد کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اجلاس میں علمائے کرام نے کہا کہ ملکی املاک اور تنصیبات کو نقصان پہنچانے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے پاک فوج کے خلاف مہم چلانے والے قادیانیوں اور یہودیوں کے آلہ کار ہیں، پاک فوج ہمارا فخر اور ملک عزیز پاکستان کی سرحدات کی محافظ ہے۔ وطن عزیز پاکستان میں امن وامان اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے دی جانی والی قربانیوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہم تمام شہداء کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

فاتح قادیان

حضرت مولانا محمد حیاتؒ کی خدمت میں

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

راقم الحروف نے ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ شعبان المعظم میں امتحان ہوئے، رمضان المبارک کے بعد شوال المکرم کے اوائل میں ’’حافظ والا‘‘ تحصیل جلالپور پیروالا ضلع ملتان میں تبلیغی جلسہ تھا۔ ہمارے باب العلوم کہروڑپکا کے ایک ساتھی حافظ نذیر احمدؒ نے دعوت دی کہ ہمارے ہاں جلسہ ہے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ تشریف لارہے ہیں۔ راقم جلسہ میں حاضر ہوا۔ مولانا سید منظور احمد شاہ حجازیؒ سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے: کیا مصروفیت اختیار کی ہے؟ بندہ نے عرض کیا کہ ابھی تک توکہیں جگہ نہیں بنی، فرمانے لگے: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (جو اس وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر تھے) نے اندرون و بیرون ملک مبلغین کے لئے درخواستیں مانگی ہیں، دفتر مرکزیہ ملتان تشریف لے جائیں، مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کو درخواست دیں۔ راقم ملتان دفتر مرکزیہ واقع کوٹلہ تولیخاں ملتان میں حاضر ہوا۔ ناظم اعلیٰ صاحب کو درخواست دی، آپ نے فرمایا کہ فلاں کمرہ میں تمہارے اس کورس کے انچارج مولانا محمد حیاتؒ تشریف فرما ہیں، انہیں مل لیں، جس دن فرمائیں، کورس کے لئے آجائیں۔

راقم اس کمرہ میں حاضر ہوا تو ایک باباجی بلکہ ’’بے بے جی‘‘ تشریف فرماتھیں، جن کے چہرہ پر (پیدائش) داڑھی مونچھ نہیں تھے۔ علیک سلیک، سلام و دعا کے بعد فرمانے لگے: کہاں سے آئے؟ کیا کرتے ہیں؟ راقم نے انہیں صورت احوال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے تاریخ ارشاد فرمائی، یہ تھے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ۔ موصوف بیرے خان تحصیل شکرگڑھ ضلع نارووال کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اسکول میں حاصل کی، اسکول سے کالج گئے، ایف اے کیا، بلا کے ذہین تھے۔ کالج کی تعلیم جاری رکھنے کے بجائے دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد ’’عرف الشذی شرح ترمذی‘‘ کے مصنف مولانا محمد چراغؒ بانی جامعہ عربیہ گوجرانوالہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے گوہر کو پہچان لیا اور چند سالوں میں آپ کو درس نظامی کا منتخب حصہ پڑھا دیا اور ساتھ ہی قادیانیت پر مکمل تیاری کرادی۔

آپ مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے، مجلس احرار اسلام نے قادیان (انڈیا) میں تحفظ ختم نبوت کا شعبہ قائم کیا تو اس کے انچارج بنادیئے گئے یوں آپ نے چودہ سال قادیان میں رہ کر قادیانیوں کا مقابلہ کیا۔

قادیان کا لاٹ پادری مرزا بشیرالدین محمود بالطائف الحیل قادیان چھوڑ کر پاکستان کا اعلان ہوتے ہی برقع اوڑھ کر قادیان سے شکرگڑھ اور شکرگڑھ سے لاہور آگیا۔

استاذ محترم مولانا محمد حیاتؒ نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو ٹیلی گرام کے ذریعہ حالات سے آگاہ کیا۔ شاہ جیؒ نے فرمایا کہ آپ بھی پاکستان آجائیں۔ ایک مسلمان رضاکار غلام فرید نے گڈے کے ذریعہ آپ کو لاہور پہنچادیا۔ لاہور آنے کے بعد آپ اپنے بھائیوں کے پاس خیرپور میرس سندھ چلے گئے اور کاشتکاری میں مصروف ہوگئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں خطوط آنے لگے کہ تقسیم سے پہلے آپ لوگ قادیانیت کا تعاقب کرتے تھے، اب آپ کی خاموشی کی وجہ سے قادیانی منہ زور گھوڑے کی طرح دولتیاں مارنے میں مصروف ہوگئے ہیں اور انہوں نے مسلمانانِ پاکستانکو قادیانی بنانے کی بھرپور کوششیں شروع کردی ہیں۔ جس سے مسلمانوں میں ارتداد پھیلنے کا خطرہ پیدا ہوچکا ہے۔ شاہ جیؒ نے مولانا جالندھریؒ سے فرمایا کہ آپ مولانا محمد حیاتؒ کوتلاش کرکے ملتان لے آئیں، چنانچہ مولانا جالندھریؒ خیرپور میرس گئے۔ مولانا کے بھائیوں کو فرمایا کہ مولوی محمد حیاتؒ ہمیں دے دیں۔ مولانا کے بھائیوں نے کہا کہ مولوی محمد حیاتؒ تو ہمارے

ساتھ کاشتکاری میں مصروف ہے۔ مولانا جالندھریؒ نے فرمایا کہ یہاں ملازم کی تنخواہ کتنی ہے؟ انہوں کہا: تیس روپے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ ملازم رکھ لیں، میں ہر ماہ آپ لوگوں کو تیس روپے بھجوادوں گا، جو روٹی آپ مولوی صاحب کو دیتے ہیں، وہ ملازم کو دے دیا کریں۔

یوں مولانا محمد حیاتؒ ملتان تشریف لے آئے اور ختم نبوت کورس کا آغاز کیا، سب سے پہلی علمائے کرام کی جماعت جس نے کورس کیا وہ مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی: مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ، مولانا قاضی عبداللطیف اختر شجاع آبادیؒ، مولانا قائم الدین عباسی جتوئیؒ، مولانا غلام محمد علی پوریؒ (والد محترم مولانا محمد اجود حقانی)۔

آخری کلاس جس نے فاتح قادیان سے تربیت حاصل کی، مولانا سعید احمد کہروڑپکا، مولانا عبدالمالک جتوئی، مولانا محمد رمضان احمد پور شرقیہ اور راقم الحروف محمد اسماعیل شجاع آبادی پر مشتمل تھی۔ استاذ جی کا پسندیدہ موضوع حیات عیسیٰ علیہ السلام تھا۔ فرماتے تھے کہ قادیانیوں کو ایک ہی مسئلہ آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور مجھے بھی ایک ہی مسئلہ آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔

جلال پور پیر والا کے ایک علاقہ قادر پور فاتح میں ایک مولانا عبدالستارؒ گزرے ہیں جو نحوی عالم تھے اور ''ثانی سیبویہ'' کے لقب سے مشہور تھے۔

ایک مرتبہ دفتر مرکزیہ ختم نبوت کوٹلہ تولیخاں ملتان میں تشریف لائے۔ کسی نے کہا کہ مولانا بڑے نحوی عالم ہیں۔ استاذ جی نے فرمایا: انہیں مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام آتا ہے؟ پھر مولانا عبدالستارؒ کی خدمت میں تشریف لائے اور ان سے ان نحوی مسائل پر گفتگو شروع فرمادی جنہیں قادیانی بطور شبہ کے پیش کرتے ہیں۔

راقم الحروف کی تقرری رحیم یار خان میں ہوئی، جب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مجلس کے مرکزی امیر بنے تو حضرت الشیخ کے سیکریٹری رحیم یار خان سے تعلق رکھنے والے سردار امیر عالم خان لغاریؒ تھے، انہیں مجلس کا ناظم بنایا گیا۔ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ تھے۔ سردار صاحب نے غالباً اپنے ناظم ہونے کا اختیار استعمال کرتے ہوئے سب سے پہلا خط راقم کو لکھا کہ آپ تین ماہ کے لئے ربوہ (چناب نگر) مولانا محمد حیاتؒ کی خدمت میں چلے جائیں، یوں الحمدللہ! تین ماہ مزید استاذ جیؒ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

استاذ جیؒ رات کو سوتے تو مرزا قادیانی کی کتابیں پڑھتے ہوئے سوجاتے اور جب جاگتے تو مرزا قادیانی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھنا شروع کردیتے۔

راقم نے نہایت ادب واحترام سے استدعا کی کہ استاذ جی! ہر وقت مرزا کو پڑھتے رہتے ہیں، اگر اپنی صبح کا آغاز تلاوت قرآن سے فرمائیں تو کیا ہی اچھا ہو؟ فرمانے لگے: مولوی جی! صبح مجھ سے قرآن پاک سن لیا کریں۔ راقم نے اثبات میں جواب دیا تو میری استدعا پر صبح کا آغاز تلاوت کلام پاک سے فرماتے، استاذ جی پنجابی طرز میں قرآن پاک کے چند رکوع سناتے۔

جب ہم کورس کر رہے تھے تو مولانا سعید احمد کہروڑی کو فرماتے کہ سعید! تجھے اگر حیات مسیح نہ آئی تو مبلغ نہیں رکھوں گا، چاہے سید منظور احمد شاہ ہی کیوں نہ سفارش کریں۔ مولانا عبدالمالک آف جتوئی کو فرماتے کہ عبدالمالک مولوی جی! اگر تجھے حیات مسیح نہ آئی تو عبدالرؤف (مولانا عبدالرؤف جتوئی) سفارش کرلے تب بھی نہیں رکھوں گا۔ راقم کو فرماتے کہ محمد اسماعیل! تیری سفارش عبدالرحیم (مولانا عبدالرحیم اشعرؒ) کرلے تب بھی نہیں رکھوں گا۔ چنانچہ استاذ جی اس سے بہت خوش ہوتے تھے کہ ان سے قادیانی شبہات پر گفتگو کی جائے۔

استاذ محترم سے محقق العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ، مولانا محمد یوسف میاں چنوں، مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانیؒ، مولانا خدا بخشؒ، مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا زاہد الراشدی مدظلہ سمیت ہزاروں علمائے کرام نے تربیت حاصل کی۔

ایک دور تھا کہ بڑے بڑے جامعات میں دورۂ ہائے تفسیر ہوتے، شجاع آباد میں ہمارے حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ دورہ تفسیر پڑھاتے، جس میں سینکڑوں علمائے کرام، مدارس عربیہ کے منتہی طلبہ قرآن پاک کے اسرار ورموز سیکھتے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ مخزن العلوم خان پور میں علمائے کرام کو قرآن وسنت کے موتی لٹاتے۔

راولپنڈی میں حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی واں بھچرویؒ کی طرز پر پڑھاتے۔ شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انورؒ قرآن پاک کے اسرار ورموز لٹاتے۔

استاذ محترم مولانا محمد حیاتؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ سمیت دوسرے مبلغین اور مناظرین ختم نبوت

طلبہ کو قادیانی دجل وفریب سے آگاہ کرنے کے لئے جامعات کے دورہ ہائے تفسیر میں تشریف لے جاتے۔ مولانا محمد حیاتؒ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے اور بڑی پامردی کے ساتھ جیل کاٹی۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت چلی۔ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے حکم سے قادیانیت کا کیس قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار جرح کے لئے مقرر ہوئے تو ان کی تیاری کے لئے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کی قیادت میں مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور دوسرے مبلغین کی ڈیوٹی لگی، جناب یحییٰ بختیار کی تیاری کراتے، اس میں بھی آپ کے علم اور مطالعہ نے بہت فائدہ پہنچایا۔

آپ بیوی بچوں کے جھنجھٹ سے مبرا تھے، اس لئے ہمہ وقت آپ تحفظ ختم نبوت کے عظیم کاز کی حفاظت کے لئے مصروف رہے۔ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ کے آخر میں معمولی بیمار ہوئے، ربوہ (چناب نگر) سے لاہور اور لاہور سے اپنے علاقہ کوٹلی بیرے خان شکر گڑھ نارووال چلے گئے۔ ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۱ر اگست ۱۹۸۰ء کو رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے شاگرد رشید مولانا ڈاکٹر عبدالرحیم شکر گڑھ کی امامت میں ادا کی گئی اور آپ کو آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، ان کے شاگردان رشید کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔ ☆☆

سالانہ ختم نبوت کانفرنس، ایبٹ آباد

ایبٹ آباد...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ فاروق اعظم کے زیر اہتمام دوسری سالانہ ختم نبوت کانفرنس عیدگاہ اپر ملک پورہ ایبٹ آباد میں انعقاد پذیر ہوئی۔ جس کا آغاز زینت القراء قاری شان الٰہی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نقابت مفتی نورالحق صاحب نے کی، اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ اسلام آباد، مولانا مفتی محمد طیب صاحب نے ”عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کے دجل وفریب“ سے مجمع کو خوب آگاہی فرمائی۔ حضرت مولانا پیر عبدالرحمٰن صاحب آف رحیم یار خان نے اپنے بیان میں سیرت اور سنت نبوی پر عمل کرنے پر زور دیا اور چند عاشقانِ الٰہی و عاشقانِ رسول کی عملی مثالیں بیان کیں۔ سید اعجاز حسین شاہ کاظمی صاحب آف مظفر آباد اور مولانا اسماعیل تنولی نے حمد ونعت سے دلوں کو گرمایا۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مسعودی صاحب آف مظفر آباد نے گلگت سے ٹیلیفونک خطاب فرمایا۔ ”تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور حالات حاضرہ“ پر مختصر لیکن پُر اثر گفتگو فرمائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب آف کراچی نے 1949ء سے اب تک تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر اپنے خطیبانہ انداز میں روشنی ڈالی۔ ضلعی امیر ڈسٹرکٹ خطیب حضرت مولانا مفتی عبدالواجد صاحب نے آئے ہوئے معزز مہمانوں اور شرکاء کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، سرپرست اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد حضرت مولانا مفتی محمد زبیر صلاح نے شرکائے کانفرنس کو علمائے کرام بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقدہ اجتماعات اور دروس میں شریک ہونے کی ترغیب دی۔ آخر میں پیکر حسن اخلاص و اخلاق حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب آف لاہور نے اصلاح نفس پر اپنے علمی وروحانی خطاب سے سامعین کو مستفید فرمایا اور آپ کی رقت آمیز دعا پر یہ کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

ہم شکر گزار ہیں معزز علماء کرام، مشائخ عظام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام ضلعی مجلس عاملہ، تمام تحصیلوں کی مجلس عاملہ اور تمام حلقہ جات کے ذمہ داران بالخصوص ضلعی امیر مفتی عبدالواحد صاحب، ضلعی ناظم حضرت مولانا سید مبشر حسین شاہ صاحب، تحصیل ایبٹ آباد کے صدر جناب الحاج وقار خان جدون صاحب، تحصیل ناظم جناب ساجد اعوان صاحب اور مفتی نورالحق صاحب، سرپرست حضرات اور تمام تاجر حضرات بلکہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے جنہوں نے اپنی جان ومال سے تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کے آنے کو شرف قبولیت بخشے اور دونوں جہانوں میں خیر وعافیت کا ذریعہ بنائے اور خصوصاً حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا وسیلہ بنائے، آمین ثم آمین!!

(رپورٹ: مولانا نورالحق)

مرزا غلام احمد قادیانی کے فرشتے!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

اللہ پاک نے کروڑھا فرشتے پیدا فرمائے، لیکن ان میں چار فرشتے مشہور ہیں:

۱:... حضرت اسرافیل علیہ السلام: جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔

۲:... حضرت عزرائیل علیہ السلام: جو انسانوں کی روح قبض کرتے ہیں۔

۳:... حضرت میکائیل علیہ السلام: جن کے ذمہ ہواؤں اور بارشوں کا نظام ہے۔

۴:... حضرت جبرائیل علیہ السلام: جو سید الملائکہ یعنی فرشتوں کے سردار ہیں جن کا کام پیغام رسالت رہا ہے، یعنی اللہ کا پیغام اللہ کے نبیوں کی طرف لاتے رہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے ان کی ڈیوٹی ختم ہوگئی۔ یعنی اب آپ کسی بندہ خدا کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام نہیں لائیں گے۔ جب ہم مرزا قادیانی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس کے بھی کئی فرشتے ہیں، جن کا تعارف درج ذیل ہے:

۱:... ٹیچی، ٹیچی:

’’کوئی شخص ہے کہ میں اس سے کہتا ہوں کہ تم حساب کرلو، اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں، اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الٰہی بخش کی طرح ہے۔ مگر انسان نہیں بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ روپوں کے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے، تو وہ اس قدر ہوگئے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا، پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کچھ نہیں، دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی۔‘‘ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص:۵۲۶ از مرزا قادیانی)

اگر اس فرشتہ کا نام کچھ نہیں تھا اور اس نے کہا ٹیچی تو جھوٹ بولا، اور اگر اس کا نام ٹیچی تھا اور اس نے کہا کہ کچھ نہیں تب بھی جھوٹ بولا۔ جس نبی کے فرشتے جھوٹے ہوں تو وہ کیسے سچا ہوسکتا ہے؟

۲:... شیر علی:

’’میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے اور خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں، میل وکدورت ان میں سے پھینک دی۔ ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا۔ مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بنا دیا۔‘‘ (تذکرہ مجموعہ وحی الہامات ص:۲۴ طبع چہارم)

معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح آئی اسپیشلسٹ نہیں تھا۔ اگر صحیح ہوتا تو آنکھیں پورا دیکھتیں، لیکن صحیح آپریشن نہیں کیا کیونکہ مرزا قادیانی آخر وقت تک آنکھوں کی بیماری ’’مائی اوپیا‘‘ کا شکار رہا، جس کی وجہ سے وہ چاند بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ (سیرت المہدی، ج:سوم، ص:۱۱۹ از مرزا بشیر احمد، ایم اے پسر مرزا قادیانی)

۳:... مٹھن لال:

’’فرمایا نصف رات سے صبح تک مولوی عبدالکریم کے لئے دعا کی گئی، صبح کے بعد جب سویا تو یہ خواب آئی، میں نے دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور وہ ایک کاغذ پیش کرکے کہتا ہے کہ اس کاغذ پر میں نے حاکم سے دستخط کرانا ہے اور جلدی جانا ہے۔ میری عورت سخت بیمار ہے اور کوئی مجھے پوچھتا نہیں دستخط نہیں ہوتے، میں نے اس وقت عبداللہ کے چہرے کی طرف دیکھا تو زرد رنگ اور سخت گھبراہٹ اس کے چہرے سے ٹپک رہی ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ یہ لوگ روکھے ہوتے ہیں۔ نہ کسی کی سفارش مانیں اور نہ کسی کی شفاعت، میں تیرا کاغذ لے جاتا ہوں۔ آگے جب کاغذ لے کر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مٹھن لال جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں ایکسٹرا اسسٹنٹ تھا۔ کرسی پر بیٹھا ہوا کوئی کام کررہا تھا.... پھر غنودگی کی حالت ہوگئی تب میں نے دیکھا اس وقت میں کہتا ہوں، مقبول کو بلاؤ اس کے کاغذ پر دستخط ہوگئے ہیں۔ فرمایا: یہ مٹھن لال جو دیکھا گیا ہے، ملائک طرح طرح کے تمثیلات اختیار کرلیا کرتے ہیں، مٹھن سے مراد

ایک فرشتہ تھا۔‘‘ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات، ص:۴۷،۴،طبع چہارم)

حفیظ فرشتہ:

’’صوفی نبی بخش لاہوری نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا: ’’بڑے مرزا صاحب پر ایک مقدمہ تھا میں نے دعا کی تو ایک فرشتہ مجھے خواب میں ملا جو چھوٹے لڑکے کی شکل میں تھا، میں نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ وہ کہنے لگا: میرا نام حفیظ ہے، پھر وہ مقدمہ رفع دفع ہوگیا۔‘‘ (تذکرہ،ص:۶۴۳،ج:چہارم)

درشنی فرشتہ:

’’ایک فرشتہ کو میں نے بیس برس کے نوجوان کی شکل میں دیکھا صورت اس کی مثل انگریزوں کی تھی اور میز، کرسی لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ بہت ہی خوبصورت ہیں، اس نے کہا کہ ہاں میں درشنی آدمی ہوں۔‘‘

(ملفوظات،ج:چہارم،ص:۶۹،طبع جدید)

خیراتی:

’’اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہوگئے، جن میں سے ایک کا نام خیراتی تھا۔‘‘ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات،ص:۲۳،طبع چہارم)

مرزا غلام قادر:

’’میں نے کشفی حالت میں دیکھا میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا ہے، مگر مجھے فوراً معلوم کرلیا گیا کہ یہ فرشتہ ہے۔‘‘

(تذکرہ مجموعہ وحی الہامات،ص:۱۵۱،طبع چہارم)

قارئین کرام! یہ مرزا غلام قادیانی کے فرشتے ہیں، مثل مشہور ہے: جیسا منہ ویسی چپیڑ جیسی روح ویسے فرشتے۔

تبصرۂ کتب

نام کتاب: رفیقِ حج....(آپ حج اس طرح کیجیے)، مؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن)۔ صفحات:۲۰۶۔ ناشر: مکتبۂ بینات، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

حج ایک مقدس اسلامی فریضہ ہے۔ سفرِ حج عاشقانہ سفر ہے، کیونکہ اس سفر میں آدمی جس طرح اپنا گھر بار، اہل وعیال اور مال ومتاع چھوڑ کر والہانہ انداز میں نکل پڑتا ہے، یہ جذبہ بغیر عشق ومحبت کے پیدا نہیں ہوسکتا، لیکن چونکہ یہ سفر زندگی میں ایک بار فرض ہے اور اس کی نوبت سال میں ایک ہی بار آتی ہے، لہٰذا اس کے تمام تر تقاضوں کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہوجاتا ہے۔ ’’رفیقِ حج‘‘ عازمینِ حج کے لئے وہی رفیقِ سفر ہے جو آپ کو بتاتا ہے کہ ’’آپ حج اس طرح کیجیے!‘‘ اس کتاب کے مؤلف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی نور اللہ مرقدہ ہیں۔ آپ کی تالیف پر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی قدس سرہ نے آج سے ۴۶ سال قبل ماہنامہ بینات کے صفحات پر جو تبصرہ فرمایا تھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں درج کردیا جائے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

’’زیر نظر کتاب میں انہوں نے مسائل حج کو ایک خاص انداز سے مرتب فرمایا ہے۔ کتاب تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصہ اول کے چار باب ہیں، پہلے باب میں: حج کی حقیقت، اس کی فرضیت اور اس کے آداب ذکر کیے ہیں، دوسرے باب میں: ان امور کا ذکر ہے جن کا حج شروع کرنے سے پہلے اہتمام کیا جانا چاہیے، اور تیسرے باب میں: ان مقامات مقدسہ اور اصطلاحات شرعیہ کا ذکر ہے جن سے حج وعمرہ کا تعلق ہے۔ چوتھے باب میں: حج کے اقسام وارکان اور ان سے متعلقہ مسائل ہیں۔ حصہ دوم کے چھ باب ہیں، پہلے باب میں: حج کا طریقہ، اور دوسرے باب میں: حج کے پانچ دنوں کے مصروفیات کی تفصیل ہے۔ تیسرا باب: قران وتمتع، چوتھا: حج بدل، پانچواں: عمرہ، اور چھٹا: حج کی جزئیات سے متعلق ہے۔ حصہ سوم میں زیارتِ نبوی کے آداب مذکور ہیں، مسائل میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے رسالے ’’زبدۃ المناسک‘‘ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے رسالے ’’احکام الحج‘‘ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ زیر نظر رسالہ نہ تو اتنا مختصر ہے کہ تشنگی رہ جائے، نہ جزئیات کی اتنی بھرمار ہے کہ آدمی الجھ کر رہ جائے۔‘‘ (ماہنامہ بینات، ذوالقعدہ:۱۳۹۸ھ)

حضرت میرٹھیؒ کے پوتے اور جامعہ کے استاذ حضرت مولانا محمد سعد شمیم دامت برکاتہم نے اس کتاب کی تصحیح وتحقیق کے ساتھ ساتھ کچھ جدید مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ادارہ بینات نے اس عمدہ کاغذ اور رنگین طباعت کے ساتھ بہترین گیٹ اپ میں شائع کیا ہے۔ (مبصر: مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

نوٹ:...... تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخوں کا موصول ہونا ضروری ہے۔ (ادارہ)

عقیدۂ ختمِ نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لیے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قُربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا تعارف

❁ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت اکابر علمائے اُمت کی قیادت میں آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والی بین الاقوامی جماعت تردید قادیانیت کے محاذ پر تمام مذہبی و دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ ❁ جماعت کی کوششوں اور قُربانیوں کی بدولت الحمد للہ! قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، قادیانیت کا فتنہ روبہ زوال ہوا۔

❁ ملک بھر کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مجلس کے زیرِ اہتمام 30 مراکز و مساجد، 40 مبلغین جبکہ 12 سے زائد دینی مدارس و مکتب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ❁ مجلس کے شعبہ تصنیف و تالیف سے ردِ قادیانیت کے موضوع پر اکابرینِ اُمت کی بیسیوں ضخیم اور معرکۃ الآراء کتب طبع ہو چکی ہیں۔

❁ عربی، اُردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مُفت لٹریچر کی تقسیم۔ ❁ ہفت روزہ ''ختمِ نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا محاسبہ۔ ❁ اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت کا تعاقب۔ ❁ مدرسہ عربیہ مسلم کالونی چناب نگر میں دارالمبلغین اور سالانہ ردِ قادیانیت کورس۔ ❁ پورے ملک میں ختمِ نبوت کانفرنسز، سیمینارز، کوئز پروگرام، تربیتی کورسز کے ذریعہ قادیانی دجل کا محاسبہ۔ ❁ مُفت ختمِ نبوت خط و کتابت کورس۔ ❁ انٹرنیٹ، سی ڈیز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ابلاغ ختم نبوت اور تردید مرزائیت۔

اس کام میں مخیر دوستوں اور دردمندانِ ختمِ نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c # 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK068ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT
Account # 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN # PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

ترسیل زر کا پتہ: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون +92-61-4583486, +92-61-4783486
رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)، ایم اے جناح روڈ کراچی
فون +92-21-32780337 فیکس +92-21-32780340

اپیل کنندگان:

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ — امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری دامت برکاتہم — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب — مرکزی ناظمِ اعلیٰ